از: شمس المفسرین استاذ العلماء بحر العلوم

حضرت علامہ محمد عبد القدیر حسرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۸-۱۳۸۱ھ

سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبیٰ

پیپلز کالونی گوجرانوالہ 0333-8173630

نام کتاب : حقیقتِ معراج

مصنف : حضرت علامہ محمد عبد القدیر حسنی صدیقی

ترتیب و تزئین : علامہ ریاست علی مجددی

تخریج : علامہ محمد نعیم اللہ خاں قادری

کمپوزنگ : طاہر کمپوزنگ سنٹر قاضی کوٹ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

صفحات : 64

قیمت : 50 روپے

ملنے کے پتے

- ○ صراط مستقیم پبلی کیشنز ○ کتب خانہ امام احمد رضا
- ○ مکتبہ قادریہ ○ مسلم کتابوی ○ کرمانوالہ بک شاپ
- ○ مکتبہ بہار شریعت قادریہ دربار مارکیٹ لاہور
- ○ شبیر برادرز ○ نعیمیہ بک سٹال ○ نظامیہ کتاب گھر زبیدہ بازار لاہور
- ○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ○
- ○ شمس و قمر بھاٹی گیٹ لاہور ○ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
- ○ مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام گوجرانوالہ ○ مکتبہ قادریہ میلاد چوک گوجرانوالہ
- ○ مکتبہ الفرقان ○ مکتبہ غوثیہ ○ مکتبہ ضیاء السنہ ملتان
- ○ فیضان سنت بوہڑ گیٹ ملتان ○ مہریہ کاظمیہ نیو ملتان
- ○ مکتبہ اہلسنت خانیوال ○ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
- ○ جلالیہ صراط مستقیم گجرات ○ رضا بک شاپ گجرات
- ○ مکتبہ ضیائیہ ○ مکتبہ غوثیہ عطاریہ کمیٹی چوک راولپنڈی
- ○ اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک ○ امام احمد رضا گرلز روڈ راولپنڈی

فہرست

❖ مُقَدَّمَۃ ❖

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کو مرتبہء کمال تک پہنچانے والا ہے۔ اس کے بعد بے حد و حساب درود و سلام خلاصہء موجودات... شاہِ لولاک... رسولِ پاک... سید الابرار... محبوبِ پروردگار... شاہسوارِ براق... مقصودِ کائنات... سرورِ کائنات... احمدِ مجتبیٰ... حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہِ قدسیہ میں پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات کا مقام عطا فرمایا پھر اس میں درجات رکھے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام و رسل عظام ﷺ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ انبیاء کرام کی صف میں بھی درجات رکھے بعض کو صحائف عطا فرمائے، بعض کو کتابیں عطا فرمائیں، بعض کو شرفِ ہمکلامی بخشا، بعض کو درجوں بلندی عطا فرمائی۔ سب سے آخر میں اپنے پیارے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کو کتاب بھی عطا فرمائی، درجوں بلندی بھی عطا فرمائی، ہمکلامی کا شرف بھی عطا فرمایا اور اپنے دیدار سے بھی مشرف فرمایا۔

تمام نبیوں اور رسولوں کو معجزات عطا فرمائے، اپنے پیارے محبوب کو سب نبیوں سے بڑھ کر معجزات و کمالات عطا فرمائے۔ انہی میں سے آپ ﷺ کو معراج کا ایک لافانی معجزہ عطا فرمایا۔

راقم ایک دن اپنے آفس میں نیٹ کھول کر معراج شریف کے متعلق لٹریچر تلاش کر رہا تھا کہ حضرت استاذ العلماء بحر العلوم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ علیہ سابق پروفیسر و صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ، سلطنت حیدر آباد دکن کی تصنیف ''حقیقت معراج'' کا ٹائٹل سامنے آ گیا۔ جب اس کو کھول کر دیکھا تو اندازِ تحریر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ واقعہ معراج کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف بڑے خوبصورت اور ایمان افروز انداز میں کی گئی تھی، اندازِ تحریر کو دیکھ کر خواہش پیدا ہوئی کہ اس کو پاکستان میں بھی چھپوایا جائے، اسی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنے آفس ای ڈی او ورکس اینڈ سروسز کے پی اے طارق عزیز خاں صاحب نے بڑی محنت کے ساتھ کتاب ''حقیقت معراج'' کو ڈاؤن لوڈ کر کے پرنٹ نکال دیا۔ پھر اس کتاب کو صاحبِ تحقیق و جستجو، ہمدردِ اہلِ سنت، محافظِ عقائدِ اہلِ سنت، حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری، بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے اُردو، پنجابی، تاریخ (آف کامونکی) کو دکھایا تو اُنہوں نے مشورہ دیا کہ اس کی ترتیب جدید، اور تزئین تم کرو اور تخریج میں کر دیتا ہوں۔ اُن کے اسی فرمان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کتاب پر کام شروع کر دیا، جب تخریج کے لئے مسودہ اُن کے حوالے کیا تو اُنہوں نے اپنا انتہائی قیمتی وقت نکال کر آیات و احادیث کی تخریج فرما دی۔ اس کی پروف ریڈنگ پہلی مرتبہ راقم نے کی اور دوسری مرتبہ دورانِ تخریج حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری نے کی۔ محمد علیم خاں نقشبندی مجددی مالک مکتبہ نقشبندیہ امینیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ (آف مغل چک) نے بھی اس کام کو پسند فرمایا اور ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اِن محسنوں کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے، مزید اس کاوش کی تکمیل کے لیے جس کسی نے بھی میرے ساتھ تعاون اور ہمدردی فرمائی، بندۂ ناچیز سب کا تہہ دل سے مشکور ہے۔ دلی دُعا ہے کہ اللہ ربُّ العزت تمام احباب کو دُنیا و آخرت میں

کامیابی نصیب فرمائے......آمین۔

اِس سے استفادہ کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنی دُعاؤں میں اس عاجز راقم الحروف کو ضرور یاد رکھیئے گا۔

مزید گذارش ہے کہ جہاں کہیں کوئی سقم نظر آئے تو بجائے تنقید کے اصلاحی پہلو کے پیشِ نظر ضرور آگاہ فرمائیں۔ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس کام میں آسانی اور تکمیل کے لئے والدین کی دُعائیں پیر و مرشد...شیخ طریقت...امام السالکین...سراج العارفین...شہبازِ طریقت...سعید الاولیاء...شارح مکتوباتِ امامِ ربانی حضرت علاّمہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجدّدی قدس سرہٗ گوجرانوالہ کی نظرِ کرم شامل حال رہی۔

شیخ محمد سرور اویسی، مالک اویسی بک سٹال کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکرگزار ہوں کہ اُنہوں نے اس کی طباعت کا ذمّہ لیا۔اللہ تعالیٰ آپ کے اس ادارے میں برکت اور ترقی عطا فرمائے.....آمین......یارب العالمین، بجاہ سیدُ المرسلین ﷺ۔

شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا اُمیدوار

ریاست علی مجدّدی

خطیب جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ

قاضی کوٹ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ/اپریل ۲۰۱۴ء

❖ ● ● ● ❖

❖ تعارف بحر العلوم ❖

شمس المفسرین، شیخ المحدثین، استاذ العلماء، بحر العلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ علیہ سابق پروفیسر وصدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ، سلطنت حیدر آباد دکن کی ولادت ۱۳/اکتوبر ۱۸۷۱ء/۱۲۸۸ھ ماہ رجب کی ستائیسویں شب آنے والا دن جمعۃ المبارک کو حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر صدیقی ناظم قضایائے عروب کے ہاں ہوئی۔

آپ کی ولادت کی خوشی میں بادشاہِ وقت نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس کی جانب سے سو روپے ماہانہ تاحیات منصب کا فرمان جاری ہوا۔

اِس خوش نصیب نومولود کی فیروز بختی کی پہلی علامت جہاں خود شب معراج رہی، وہیں دوسری علامت صبح جمعہ کی آمد آمد تھی جو تمام دِنوں کا سردار ہے۔

آپ کی ولادت کا جشن ہر سال ۲۷ رجب کو درگاہ شریف صدیق گلشن پر منایا جاتا ہے۔

آپ فرخندہ بنیاد کی بڑی ہی نامور شخصیت رہے ہیں۔آپ اپنے ہم عصر اور ہم رُتبہ ہستیوں میں نمایاں اور ممتاز رہے۔

آپ کو اپنی کم عمری سے ہی کتابوں کے مطالعہ کا غیر معمولی شوق رہا۔کتابیں آپ کی نہایت ہی پسندیدہ چیزیں رہیں۔ کتابیں خریدنا اور پڑھنا اور اُن کو قرینہ سے رکھنا آپ کا وطیرہ تھا۔ منصبداری تو پیدائش سے ہی مقدر میں لکھی رکھی تھی اور آپ کے والد محترم ناظم قضایائے عُروب جیسے جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔کسی قسم کی کوئی کمی نہ تھی لیکن اگر کبھی کچھ رقم کی ضرورت، وہ بھی کسی کتاب کی خریداری کے ضمن میں درپیش ہوتی تو کاغذ کے ایک پُرزہ پر درکار رقم کا مطالبہ درج فرما کر خاموشی سے اپنی والدہ محترمہ کے پاندان کے اندر رکھ دیتے۔وہ ملاحظہ فرماتیں اور تحریری پرچی آپ کے والد محترم کے حضور موقعہ سے پیش فرما دیتیں۔دریافت کیا جاتا کہ کیا ضرورت آپڑی ہے اور جب معلوم کرایا جاتا کہ فلاں کتاب خریدنی ہے تو بخوشی منظوری مل جاتی اور ساتھ ہی ساتھ رقم بھی۔

آپ جہاں آسمانِ علم کے آفتاب تھے وہیں میدانِ عمل کے بڑے شہسوار تھے۔ ورزشِ جسمانی، کشتی، پنجہ کشی، شمشیر زنی، لٹ بنوٹ، گھوڑ سواری، تیراکی، غرض کہ تمام طرح کے فنونِ سپہ گری میں اپنے زمانے کے بڑے ماہر بلکہ اُستادِ دوراں تھے۔

آپ نے چھوٹی عمر میں ہی اپنے والدین کے ہمراہ حج وزیارت حرمین الشریفین کی سعادت حاصل فرمائی تھی۔

آپ کے مرشد پاک کا اسم گرامی حضرت حافظ سید شاہ محمد صدیق حسینی قادری تھا' محبوب اللہ کے لقب سے یاد کئے جاتے اور عرفِ عام میں "خواجہ میاں حضرت" کے نام سے مشہور رہے۔ جو آپ کے ماموں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دُنیا' علم و عمل' اولاد و گھر بار' عقل و شعور' سوجھ بوجھ' ادراک و احساس' حافظہ و یادداشت' قوتِ ارادہ و فیصلہ' سب کچھ عطا فرمایا تھا۔ جب کوئی بات ایک بار سُن لیتے وہ ہمیشہ کو یاد ہو جاتی۔

آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بدرجہ امتیاز کامیاب فرمائے۔

شاہ دکن سلطان العلوم میر عثمان علی خان بہادر نے ۱۹۱۷ء کو عثمانیہ یونیورسٹی قائم کی تو آپ کو پروفیسر و صدر شعبہ دینیات کے اہم ترین اور باوقعت عہدہ پر مامور کیا۔

آپ نے اپنا پہلا فتویٰ صرف (۱۸ یا ۲۰) اٹھارہ یا بیس برس کی عمر میں جاری فرمایا جو طلاق کے ایک اہم مسئلہ پر تھا' اُس کو عالم اسلام نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

آپ کی تصنیفات

(۱) مسئلہ عدم نسخ قرآن (۲) تفسیر صدیقی (۳) الدین (۴) حکمت اسلامیہ (۵) ترجمہ فصوص الحکم (۶) اصولِ اسلام (۷) بیعت کی ضرورت (۸) المعارف (۹) العرفان (۱۰) التوحید (بزبان فارسی) (۱۱) مکاتیب عرفان (۱۲) کلیات حسرت (۱۳) سود کا مسئلہ (۱۴) عمل الفقراء

آپ کا وصال مبارک:- آپ نے ۱۷رشوال ۱۳۸۱ھ/۲۴رمارچ ۱۹۶۲ء بروز شنبہ بوقت عصر اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

(نوٹ:- بحر العلوم کے یہ حالات آپ کی تصنیفات سے اخذ کر کے ترتیب دیئے گئے ہیں)

ریاست علی مجددی
خطیب جامع مسجد خوشبوئے مصطفیٰ ﷺ
قاضی کوٹ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

باب نمبر (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

معراج النبی ﷺ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو باحرمت مسجد یعنی مسجد کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی طرف لے گیا' جس کے گرد و پیش کو ہم نے برکتوں والا بنا رکھا ہے۔ تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں اور آثارِ قدرت دکھائیں بے شک وہی سننے دیکھنے والا ہے۔

...———...———...

(سُبْحٰنَ الَّذِیْ) وہ ذات پاک ہے۔

(اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا) جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔

(مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی) قابل احترام مسجد یعنی مسجد مکہ معظمہ سے' جس میں کعبۃ اللہ شریف ہے' دُور کی مسجد یعنی بیت المقدس کی طرف۔

(اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ) جس کے گرد و پیش کو ہم نے برکتوں والا بنا رکھا ہے یعنی مسجد اقصا کی چاروں طرف برکت ہی برکت ہے۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے بہت سے پیغمبر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبریں بھی وہیں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وہیں پیدا ہوئے تھے)

(لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا) تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں اور آثارِ قدرت دکھائیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تھا تو معراج کیوں ہوا؟ فرماتا ہے کہ ہماری قدرت کے کرشمے دکھانے کے لئے۔

(اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ) بے شک وہی ہے سننے دیکھنے والا۔

معراج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ سُنا اور جو کچھ دیکھا سب پَرتوِ اسمائے الٰہی تھا۔ اللہ کی سماعت سے آپ نے سنا اور اللہ تعالیٰ کی بصارت سے دیکھا۔

(تم کیا کر رہے ہو اور کیا کہہ رہے ہو، اُس سے اللہ باخبر ہے سمیع و بصیر ہے)

•••—•••—•••

صاحبو! معراج شریف کے متعلق بہت سی قابلِ تفصیل باتیں ہیں۔ مُشتے از خروارے (۱)، ہم بھی لکھتے ہیں:

سوال ▶ کیا معراج کا ہونا ممکن ہے؟

جواب ▶ بے شک ممکن ہے۔ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اُترنا حق ہے، اِس عالم میں صورت شکل لے کر آنا ممکن ہے، اس طرح حضرت رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِس عالم سے عروج فرما کر دربارِ ربّ العزت میں پہنچنا بھی حق ہے۔

ذرا اتنا تو سوچو کہ ہم جو اِس دُنیا میں ہیں، مادّی ظلمتوں میں گرفتار ہیں۔ کیا

(۱) ڈھیر میں سے مٹھی بھر

اس سے پہلے عالمِ مثال میں نہ تھے؟ کیا اس سے پہلے عالمِ ارواح میں نہ تھے؟ کیا اس سے پہلے ہم علمِ الٰہی میں نہ تھے؟ بے شک تھے، کیا جو زمانے اور مادّہ کے زندان (۱) میں گرفتار ہیں اب عالمِ مثال میں نہیں رہے؟ یا عالمِ ارواح میں نہیں رہے؟ ہماری ''اَنَا'' سچ پوچھو تو مادّیات اور لواحقِ مادّیات دونوں سے جدا ہے۔ ہم جس طرح اس دُنیا میں معلوم ہوتے ہیں، مافوقِ عوالم میں بھی ہیں۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں تشریف لے جانا اپنے قدیم محل کی طرف رجوع کرنا ہے۔

سوال ▶ معراج شریف کب ہوا؟

جواب ▶ اعلانِ نبوت سے گیارہویں سال۔ (مختلف اقوال ہیں)

سوال ▶ معراج شریف کہاں سے ہوا؟

جواب ▶ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، وہاں سے مسجد حرام آکر استراحت (۲) فرمائی۔ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف میں رات کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ اپنے ساتھ لے گیا۔

سوال ▶ معراج رات کو کیوں ہوا؟

جواب ▶ مذہبی کاموں کا دار و مدار علمِ غیب پر ہے۔ بے دیکھے یقین کرنا ہی کمال ہے۔ اگر دن کو معراج ہوتا تو سب کو یقین آ جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابوجہل میں مابہ الامتیاز (۳) کیا رہتا؟۔

سوال ▶ اَسْرٰى بِمُحَمَّدٍ کیوں نہیں ہے اور بِعَبْدِهٖ کیوں ہے؟

جواب ▶ انسان کو جتنا عروج ہوتا ہے اُس کی عبدیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس کی جتنی عبدیت اُتنا ہی اس کا مرتبہ اور اس کا عروج۔ بِعَبْدِهٖ میں

(۱) قید خانہ، جیل (۲) آرام، راحت (۳) نشانِ امتیاز، وہ چیز جس سے شناخت ہو سکے

گویا معراج کی علت اور سبب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ عَبْدِ اللّٰہِ کامل صرف حضرت رسول خدا ﷺ ہیں۔

بِعَبْدِہٖ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج مبارک جسمانی ہوا' کیونکہ جہاں جہاں عَبْد کا لفظ آتا ہے وہاں وہاں جان وتن کا مجموعہ مراد ہوتا ہے نہ کہ صرف جان وروح۔

سوال ◀ اَسْرٰی شب رَوی کو کہتے ہیں' پھر لَیْلًا کیوں؟۔

جواب ◀ یہ بتانے کے لئے کہ شب بیداری میں خاص سرفرازیاں ہیں۔ بعض عاشقانِ محمدی کا خیال ہے کہ معراج اگر دن کو ہوتا اور آنکھوں کے سامنے سے جسد مبارک غائب ہوجاتا تو عاشقانِ دیدارِ نبوت تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے۔

•••-----•••-----•••

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کعبہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ بااحترام ہے۔ ایک نماز مسجد کعبہ میں پڑھی جائے تو اُس کا مسجد اقصا سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ' باب المساجد ومواضع الصلوۃ کی تیسری فسل میں ہے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گھر میں نماز ادا کرنے کا ثواب ایک نماز کا ملتا ہے جبکہ محلّہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کا اور جامع مسجد میں پانچ سو نمازوں کا اور مسجد اقصٰی میں پچاس ہزار نمازوں کا اور میری مسجد (۱) میں پچاس ہزار نمازوں کا اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنے کا ایک لاکھ کا ثواب ہے (۲)۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ (۳) سے ثابت ہوتا ہے کہ

(۱) مسجد نبوی (۲) ابن ماجہ (۳) پ۴' آل عمران:۹۶

سب سے پہلا معبد الٰہی کَعْبَۃُ اللّٰہِ شریف اور اس کی مسجد ہی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ' باب المساجد ومواضع الصلوۃ کی تیسری فصل میں ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ ﷺ! خطۂ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟ سرکار ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا مسجد اقصٰی۔)

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ کعبۃ اللہ شریف کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ اَوَّلَ بَیْتٍ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے' جہاں عرفات میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام ملے ہیں' جہاں اُمّنا حوّا (ہماری ماں حضرت حوا علیہا السلام) کی قبر مبارک ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حبیب خدا ﷺ کا جسد پاک وہیں کی مٹی کا ہے' اِسی خاک پاک کا ہے۔

سوال ◀ معراج میں آنحضرت ﷺ پہلے مسجد اقصٰی کی طرف کیوں پہنچے؟

جواب ◀ وہاں تمام پیغمبر تھے' اُن سے ملاقات بھی ضروری تھی' اُن کے کمالات ومشاہدات پر سے گزرنا بھی ضروری تھا۔ مسجد اقصٰی کی برکتوں سے بھی مالا مال فرمایا جانا تھا۔ قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں اور آثار واسرار کے مطالعہ سے سرفراز ہونا ہے۔ معراج شریف کے متعلق گونہ تفصیل "سورۃ وَالنَّجْمِ" میں ہے۔ (تفسیر صدیقی' پارہ ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل)

باب نمبر (۲)

دلائل برائے معراجِ مصطفٰی ﷺ

زمین پر پتھر کا ایک گولہ پڑا ہوا ہے۔ ایک شخص آتا ہے اور اُس کو اُٹھا لیتا ہے۔ اُس کے پاس ہی دوسرا گولہ اور پڑا ہوا ہے' جو پہلے گولے سے وزن میں دوگنا ہے' اُس کو اُٹھانے کے لئے زور لگاتا ہے۔ بے چارہ زور لگاتا لگاتا تھک گیا' گولہ نہ اُٹھا' پر نہ اُٹھا۔

دوسرا آدمی آتا ہے اور اس آدمی کے عجز کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ گولے کے نیچے لوہے کے ایک تخل کے سرے کو لگاتا ہے' تھوڑے فاصلے پر ٹیکن دے کر تخل کے دوسرے کنارے پر زور لگاتا اور اپنا وزن ڈالتا ہے' پتھر بڑی سہولت سے اُٹھ جاتا ہے۔

تیسرا آدمی مسمیریزم والا آتا ہے اور صرف اپنی نظر اس پر ڈالتا ہے' وہی گولہ زمین سے معلق کھڑا ہو جاتا ہے۔

ذرا غور کرو' پہلا شخص گو وہ انسان ہی ہے مگر اپنی قوتِ عقل سے واقف نہیں اس لئے اس سے کام نہیں لیتا۔ دوسرا اپنے آپ کو عاقل انسان سمجھتا ہے اس لئے اُس نے اپنی عقل سے کام لے کر اس پتھر کو اُٹھا لیا۔ تیسرا شخص اپنے میں روحانی قوت پاتا اور اس سے کام لیتا بھی ہے مگر بہت ادنیٰ درجہ کی روحانی قوت۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ہے جو بلقیس کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لائے۔ عفریت نے' جو قوم جن سے تھا' کہا کہ میں اس تخت

کو آپ کے اپنے مقام سے اُٹھنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ حضرت آصف بن برخیا' وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام' نے کہا کہ میں چشم زدن میں بلقیس کا تخت حاضر کرتا ہوں۔ دیکھو حضرت آصف بن برخیا نے خود کو کچھ سمجھا تو اپنی قوت کو اَجنہ کی قوت سے بہت زیادہ پایا' طرفۃ العین میں تخت بلقیس کو سینکڑوں کوس سے اُٹھا لایا۔ نہ دیوار مانع ہوئی نہ در۔ افسوس ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ سمجھیں کہ ہم کون ہیں' ہماری قوتیں کیا کیا ہیں اور کس پیمانہ پر ہم اپنے آپ کو گوشت اور ہڈیوں کا مجموعہ سمجھتے ہیں؟ اس لیے ہم سے اتنے ہی آثار و افعال نمایاں ہوتے ہیں۔ اپنا پتہ جتنا زیادہ لگاتے' اتنے ہی ہم زیادہ کام کے ہوتے۔

اِس سے بڑھ کر ہو کیا جہالت
اب تک نہ کھلا کہ کون تو ہے

(حسرتؔ صدیقی)

آؤ ذرا اپنے پر پھر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ آدمی اپنے پر غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وزن ہے' وہ جگہ گھیرتا ہے' کاٹو تو کٹتا ہے' یہ تو تمام مادے کے خواص ہیں۔ ان میں لکڑی پتھر بھی تو شریک ہیں۔ طول' عرض' عمق (۱) میں طبعی طور پر بڑھتا ہے یعنی نامی (۲) ہے۔ کیا درخت اس طرح نہیں بڑھتے؟ چلتا پھرتا ہے' حس رکھتا ہے۔ بیل' گائے بھی تو چلتے پھرتے ہیں' حس رکھتے ہیں۔ آدمی عقل رکھتا ہے' سوچتا سمجھتا ہے۔ عقل و ادراک کیا مادے کی صفت ہے؟ مادے کا خاصہ تو اِستمرار (۳) ہے۔ ساکن ہے تو ہمیشہ ساکن جب تک کوئی حرکت نہ دے۔ متحرک ہے تو دائماً متحرک جب تک کوئی ساکن نہ کرے۔ پھر یہ بلا ارادہ حرکت و سکون کیسا' عالم مادی کا تو یہ خاصہ نہیں۔ لہٰذا ہمارا اپنے آپ کو مادی سمجھنا چاند پر خاک

(۱) گہرائی (۲) بڑھنے والا (۳) ہمیشگی

ڈالنا ہے۔

تنم غبارِ رُخ جان باصفائے من است

(حسرتؔ صدیقی)

ہے خاک میں ملایا اِس پستیِ نظر نے
اے شاہ بازِ معنی سدرہ مقام تیرا
گر آپ کو بھلا دے، نام ونشاں مٹا دے
سر نامۂ کتابِ ہستی ہو نام تیرا

(حسرتؔ صدیقی)

آؤ ہم اپنے آپ پر ایک اور تحقیقی نظر ڈالیں۔ جب ہم تولد [1] ہوئے تھے تو ہاتھ بھر سے بھی چھوٹے تھے، چند پونڈ وزن تھا۔ پھر بڑھتے بڑھتے عنفوانِ شباب [2] کو پہنچے، پھر پورے جوان ہو گئے، پھر جوانی ڈھلنے لگی۔ میں تو ادھیڑ ہو گیا بلکہ بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا ہوں۔ اس عرضِ مدت میں کیا کیا طور بدلے، کیسے کیسے رنگ بدلے، وزن کچھ کا کچھ ہو گیا۔ جسم کا مردہ حصہ کاربانک ایسڈ گیس بن کر تنفس سے نکلتا گیا، اور غذا نے تلافیِ مافات [3] اور بدل ما یتحلل کیا، اب ابتداء سے تولد کے زمانے کے کچھ ذرے رہ گئے ہوں تو ممکن ہے۔ مگر مشہور تو یہ ہے کہ سات یا بارہ سال میں جسم بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ خیر کچھ ہی ہو، لیکن میں تو وہی عبدالقدیر صدیقی ہوں، خواہ جسم پہلا رہے یا نہ رہے۔ بچہ تھا یا جوان، اُدھیڑ [4] ہوں یا بوڑھا، میری انانیت [5] میں کوئی فرق نہیں۔ سب صورتیں، اطوار، احوال میرے ہی ہیں، مگر الحق میں تو اِن سب صورتوں سے پاک ہوں۔ میری

(۱) پیدا (۲) جوانی کا آغاز (۳) ضائع شدہ امر کا معاوضہ
(۴) بڑھاپے اور جوانی کے درمیان کا، متوسط عمر کا (۵) مطلق العنان، خودی

انانیت میں کوئی صورت یا حالت لازم ہوتی تو پھر کوئی اور حالت بدل ہی نہیں سکتا۔ مگر واقعہ اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

سائنس وفلاسفی سے ہے کیا حاصل!
کیا ہے لاجک وہسٹری کا حاصل!
جب اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تم نے
جو کچھ کہ لکھا پڑھا وہ سب لاحاصل!

(حسرتؔ صدیقی)

آؤ ایک اور ذرا تدقیقی [1] نظر ڈالیں۔ ہم کوس دو کوس کے فاصلے پر جاتے ہیں تو وقت درکار ہوتا ہے۔ سنتے ہیں تو ہوا کے تموج [2] کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھتے ہیں تو آفتاب یا ستاروں یا چراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی جہت میں ہماری نظر پڑتی ہے۔ جب ہم چراغ بجھا کر حجرے میں آنکھ بند کر کے سو جاتے ہیں تو ایک اور ہی عالم ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ ہم مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں یا لندن و پیرس میں پہنچتے ہیں، بزرگوں سے ملتے ہیں، یا اپنے دوست آشنا سے ملاقات کرتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ تو ہم کو قبل از وقوع بہت سے واقعات معلوم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو اس دیکھنے کے لئے نہ ضیاءِ شمس [3] کی ضرورت ہے، نہ سننے کے لئے تموج ہوا کی، نہ چلنے کے لئے جسم کی حرکت کی۔ ان اجسامِ مثالی کا نہ وزن ہے نہ وہ متحیز اور نہ جگہ گھیرتے ہیں۔ آنکھیں بند ہونا ہی تھا کہ سینکڑوں کوس پہنچ گئے۔ نہ وہاں مدت درکار ہے، نہ دُنیوی زمانے کی وہاں گنجائش ہے۔ وہاں نہ بُعدِ مکانی [4] ہے نہ زمانی۔ خواب مختلف قسم کے پڑتے ہیں، بعض تعبیر طلب ہوتے ہیں، بعض رویائے صادقہ [5]، بعض اَضغاثِ اَحلام یعنی واہی تباہی خواب [6]

(۱) باریک بینی والی (۲) لہریں اُٹھنا (۳) سورج کی روشنی (۴) دوری (۵) سچے خواب (۶) تباہی کے خواب

ہوتے ہیں۔ خواب کی خوبی وزِشتی (۱)، صحت وصدق کا معیار اپنی توجہ پر موقوف ہے۔ آدمی کا خیال اَسفل (۲) کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسفل ہی کا خواب پڑے گا۔ اعلیٰ کی طرف تو خواب میں اعلیٰ چیز ہی نظر آئے گی، جو مَن (۳) میں بسے وہ سپنے میں دِسے (۴)۔ نفس میں کسی شئے کا میلان یا کراہت ہوگی تو اپنی طرف سے وہ حسب مرضی کمی زیادتی کر دے گا اور وہ خواب صدق سے دُور ہو جائے گا۔ اگر نفس ساکن ہوگا، کسی قسم کی حرکت نہ کرے گا تو خواب کفلقِ الصبح ہوگا۔ چونکہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ رہتا ہے، لہٰذا اس کا خواب بھی وحی کا حکم رکھتا ہے۔ جس طرح انسان کا ایک شخصی خیال رہتا ہے، جس میں نفس ناطقہ داخلی خارجی اشیاء، جوہر وعرض سب کو مصور بنا کر مطالعہ کرتا ہے اسی طرح انسانِ کبیر یعنی تمام عالم کا ایک خیال ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اس میں تمام اشیاء نمودار ہوتی ہیں۔ انسانِ صغیر کا خیال خیالِ متصل اور انسانِ کبیر کا خیال یعنے عالم مثال، خیالِ منفصل کہلاتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ظاہر میں اعراض ومعانی کی کوئی صورت نہیں، مگر جب یہ بے صورت معانی خیال میں آتے ہیں تو کوئی نہ کوئی مناسب صورت لے لیتے ہیں۔

رسولِ مقبول ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دودھ نوشِ جاں فرما رہے ہیں اور اس کا بقیہ حصہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اس کی تعبیر آپ ﷺ نے یہ دی کہ وہ علم لدنی ہے، جس میں سے کچھ حصہ آپ ﷺ نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دیا۔ ظاہر ہے کہ علم غیر محسوس شئے اور معانی میں سے ایک معنیٰ ہے، جس کی کوئی صورت نہیں۔ مگر جب وہ عالم خیال میں آیا تو آخر دُودھ کی صورت لے ہی لی۔ مگر کیا اس سے علم کے حقیقتاً بے صورت ہونے میں کچھ فرق آ سکتا

(۱) برائی، بھونڈا پن (۲) نہایت نیچا (۳) دل (۴) نظر آئے

ہے؟ نہیں، بڑا ہی بے معنیٰ ہے وہ شخص جو صورت سے معنیٰ کی طرف نہیں جاتا، یا معنیٰ کو صورت میں مقید کر دیتا ہے۔ دیکھو! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مجہولِ مطلق پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے یعنی جس کو ہم کچھ بھی نہیں جانتے اُس پر کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے۔ ذرا خوب غور کرو کہ لفظ مجہولِ مطلق کو جو ایک معلوم موجود فی العقل لفظ ومفہوم ہے، ایسے نامعلوم کے لئے عنوان بناتے اور اس کے ذریعہ ایسی ذات پر حکم لگاتے ہیں جو عقل میں موجود نہیں۔ بہرحال عالم مثال وتشبیہ میں کسی شئے کا صورت لینا حقیقتاً بے صورت ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ یہ دُنیا جس کو تم حقیقی و واقعی شئے سمجھ رہے ہو، یہ بھی ایک خواب ہے۔ اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا (لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو متنبہ ہوں گے)۔ اس وقت جاگنے میں سو رہے ہیں، مروگے تو آنکھیں کھلیں گی اور اس خواب کی تعبیر دیکھو گے کہ کیا ہوگی۔ یہ دُنیا بھی کسی اگلے خواب کی تعبیر ہے۔ عقل پاک ہوتی تو کسی گذشتہ خواب کی طرف رجوع کرتے:

کیسی پیاری شکلیں دِکھلاتا ہے نقاشِ خیال
لوحش اللہ ہو گئے ہیں رُوکشِ بُت خانہ ہم

(حسرتؔ صدیقی)

یہ خواب در خواب ہے۔ بیرونی خواب اندرونی خواب کی تعبیر ہے۔

سو فسطائی کہ از خرد بے خبر است
گوید عالم خیلاے اندر گزر است
آرے عالم خیلاے اندر گزر است
پیوستہ درو حقیقتے جلوہ گر است

اب میں اصل مقصود معراج مبارک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

معراجِ نبوی ﷺ کے متعلق ابوجہل اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت یہ آیت بتلاتی ہے:

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ○ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی (پ ۳۰ الیل ۱، ۲)

ترجمہ:- اور رات کی قسم جب چھائے، اور دن کی جب چمکے

ابوجہل کو کبھی تصدیق نہ ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کبھی شک و شبہ نہ ہوا۔ معراج شریف کے بعد ابوجہل، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا کہ اب تو تمہارے پیغمبر بیت المقدس کو جانے اور عرشِ اعظم پر اپنے کو معراج ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیا اب بھی تم ان کی تصدیق کرو گے؟ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تصدیق میں کیوں تردد ہونے لگا جب کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ روزانہ حضرت جبرئیل امین خدمتِ حبیبِ خدا ﷺ میں حاضر ہوتے اور وحیِ خداوندی پہنچاتے ہیں۔

اس ایک قل و دل (گہرے، عمیق) جواب پر غور کرو تو معراج شریف کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ یہ لطیف جواب ہی تو تھا جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حبیب خدا سے صدیق اکبر کا خطاب دلوایا۔

حضرت ﷺ کو معراج جسمانی ہو سکتا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام کا، جو روح ہیں، دحیہ کلبی کی شکل میں عالم ناسوت میں آنا، کیا اس سے زیادہ عجب نہیں ہے کہ حضرت ﷺ جو روح الارواح ہیں، پھر عالمِ ارواح میں پہنچ جائیں۔

سوال ◄ کیا پروردگارِ عالم کا دیدار عرشِ اعظم پر حضرت ﷺ کو ہوا؟

جواب ◄ جبرئیل جب ناسوتی شکل نہ رکھتے تھے اور اس عالم ناسوت میں تمام صحابہ کو نظر آ گئے اور ان کے روح ہونے میں کچھ فرق نہ آیا تو کیا خدائے تعالیٰ کی تجلی عرشِ اعظم پر حضرت ﷺ کے سامنے ہو تو اس کی بے رنگی میں

کچھ فرق پیدا بھی کر سکتی ہے؟

سوال ◄ حضرت ﷺ اس سرعت سے بیت المقدس اور عرشِ بریں کیوں کر پہنچے؟

جواب ◄ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سرعت سے عالمِ ارواح سے عالمِ ناسوت کو کیوں کہ تقریباً روزانہ آیا کرتے تھے۔

خدائے تعالیٰ بے جہت ہے، دیکھنے کے لئے جہت کی ضرورت ہے اور وہ اس سے پاک ہے۔

حضرت جبرئیل بھی تو ناسوت کے اعتبار سے بے جہت تھے، وہ اس عالم میں آئے تو جہت ان کی بھی لاحق ہو گئی۔ اگر حضرت ﷺ عالمِ ملکوت میں پہنچ کر اس کے اقتضاء کے موافق بے جہت ہو جائیں اور خدائے تعالیٰ کا بے جہت دیدار ہو تو کیا دشوار ہے! جناب عیسیٰ علیہ السلام جب تک عالمِ ناسوت میں تھے، کھاتے پیتے جاگتے سوتے تھے، ان کو دوسرے بشری عوارض لاحق ہوتے تھے، اب سماءِ ثانیہ (۱) میں ہیں تو یہ عوارض بھی ان سے زائل ہو گئے۔ ہر عالم کا ایک اقتضاء ہوتا ہے جس کے مطابق عوارض و لواحق متعلق ہوتے ہیں۔ جب وہ عالم ہی نہ رہا تو اس کے عوارض بھی نہ رہے۔ مادی حالت پر غیر مادی کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(۱) دوسرے آسمان

باب نمبر (۳)

لطائف آیت معراج

اب میں آیتِ کریمہ کے لطائف بیان کرتا ہوں، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (پ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کو لے گیا۔

خدائے تعالیٰ نے ابتداء ہی میں "پاک ہے" اس لئے فرمایا ہے کہ ناواقف دیدارِ معراج کو خدائے تعالیٰ کی تنزیہہ (۱) و بے چونی کے خلاف نہ سمجھے۔ معراج شریف کے رات کو ہونے سے یہ فائدہ ہے کہ ایمان بالغیب ہی تصدیق کا معیار ہے۔ پروانہ ہائے نبوت کو پریشانی نہ ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ هُوَ الظَّاهِرُ کا جلوہ دن سے اور هُوَ الْبَاطِنُ کا رات سے مناسبت رکھتا ہے۔ اسی لئے اشغالِ باطنہ رات کو زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ بِعَبْدِہٖ میں "با" مَعِیَّت (ساتھ، ہمراہی) پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی حضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی معیت پہلے ہی سے تھی، یہ نہیں کہ معراج سے پہلے کچھ بُعد (۲) تھا اور معراج میں عرش ہی پر قرب ہوا۔ نہ گذشتہ معیت سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ پر کوئی اثر پڑتا تھا نہ عرش کے قرب سے اس کی بے چونی میں کوئی تغیر لازم آتا ہے۔ "عَبْد" کا لفظ اس لئے بیان فرمایا کہ سب سے افضل صفت عبدیت ہی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے تمام عالم کو اظہارِ عبودیت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ عبد ہی پر رب کے صفات نمایاں ہوتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (پ۲۷، والذاریات:۵۶)

(۱) عیب سے پاک ہونا (۲) دُوری

ترجمہ:- اور ہم نے جن اور انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

نیز رسالت میں خدا کے ساتھ اُمت کا بھی لحاظ ضرور ہوتا ہے۔ عبدیت میں صرف رب سے نسبت ہوتی ہے۔ نیز معراج شریف میں کوئی تبلیغی کام بھی متعلق نہ تھا۔ محبوبیت بھی ایک وصفِ خاص ہی میں نمایاں ہوتی ہے۔ عبدیت ہی ہے جو ہر رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ عبد اپنے کمالِ احتیاج الی الرب کی وجہ سے روح، مثال، جسم ناسوتی پر صادق آتا ہے، جو معراج جسمانی پر دال ہے۔ بِعَبْدِہٖ میں اپنی ذاتِ پاک کی طرف نسبت کی ہے جو حضرت ﷺ کے عَبْدُ اللّٰه ہونے پر دال ہے۔ نیز بِعَبْدِہٖ میں اظہارِ علیت اسراء ہے۔ یعنی کمالِ عبدیت کی وجہ سے حضرت ﷺ کو معراجِ جسمانی سے سرفرازی ہوئی اور آپ جسمِ ناسوتی تک جس طرح روح سے نزول فرماتے آئے اسی طرح پھر ناسوت سے عروج کرتے کرتے روح کو پہنچ گئے۔ اور وہاں قوسِ اعلائے دائرۂ وجود یعنی اُلوہیت اور قوسِ اسفلِ دائرہ وجود یعنی عبودیت دونوں ایک دوسرے سے مل گئے۔ عبدیت سے اس امر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ غلامانِ دربارِ نبوت اگر اپنے آقا کی بندگی میں اتباع کریں گے تو انہیں ان کے لائق معراج یعنی روحانی و کشفی ترقی اور اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (۱) سے سرفراز اور ممتاز ہوں گے۔

پھر فرمایا:

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔

(پ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل:۱)

مسجد حرام یعنی مسجد کعبہ معظمہ سے مسجد بیت المقدس کی طرف لے گیا، جس کے گرد وپیش کو ہم نے برکتوں والا بنا رکھا ہے۔

(۱) اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے تعالیٰ نے پہلے کمالاتِ ابراہیمی کی تفصیلی سیر سے مشرف کیا' اس لئے آپ مسجد کعبۂ معظمہ میں تھے۔ پھر کمالاتِ دیگر انبیاء اولوالعزم کی سیر سے ممتاز فرمایا' اس لئے آپ کو بیت المقدس کی طرف لے گیا جہاں ان حضرات کے قبور متبرکہ ہیں' پھر کمالاتِ ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر کرائی اور فوقِ عرشِ اعظم تک عروج ہوا۔ اس تقریر سے غالباً سرِ تبدیلِ قبلہ منکشف ہو گیا ہوگا کہ پہلے کعبۂ معظمہ قبلہ بنا' پھر بیت المقدس' پھر کعبۂ معظمہ مگر نوبتِ ثانیہ میں کعبۂ ابراہیمی' کعبۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا تھا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى عَبْدِهٖ وَحَبِيْبِهٖ وَنَبِيِّهٖ وَمُصْطَفَاهُ

پھر فرمایا:

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ (پ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل:۱)

تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔

اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہزار تجلیات دکھائے جائیں مگر ذاتِ قدسی سماتِ خداوندی حیطۂ ادراکِ بشری سے پاک ہی رہتی ہے' اس کی تنزیہ ذات پر کوئی داغ نہیں لگتا' وہ اس وقت بھی ؎

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
وز ہرچہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم (سعدی)

وہ اب بھی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ(۱) ہے

(۱) آنکھیں اُسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پر پورا خبردار (پ ۷ انعام:۱۰۳)

وہ اب بھی اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ(۱) ہے۔

وہ اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (پ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ:- بے شک وہی ہے سننے دیکھنے والا

اگر ضمیر اللہ جل جلالہٗ کی طرف رجوع کرے تو معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ بندہ کی کیا مجال کہ آقا سے کسی امر میں دعوئے شرکت کر سکے۔ موجود ہمیشہ موجود رہے گا اور معدوم(۲) ہمیشہ معدوم۔ اس لئے نیست ہست نما(۳) میں جو کچھ ہے ہستی حقیقی کا ہے۔ بندے میں جو کچھ صفات ہیں وہ سب پروردگار کے ہیں۔ لہٰذا بالحقیقۃ وہی سننے والا' وہی دیکھنے والا ہے۔ یا یہ معنیٰ ہیں کہ جب تک فنائیت نہ ہو دیدارِ حق سے کوئی مشرف نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی اپنے آپ کو دیکھتا ہے نہ کہ کوئی اور۔ اگر ضمیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو تو یہ معنیٰ ہوں گے' چونکہ ہر شخص اپنی نسبت کو جو حق تعالیٰ سے ہے دیکھتا اور سنتا ہے' اور اپنی حقیقت و عین سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا' اور تمام نسبتوں کا مرکز و منبع نسبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے' اور تمام حقائق و اعیان کا مرجع حقیقت و عین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہٰذا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنی نسبت و حقیقت کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔

نہ اُٹھا ہے نہ اُٹھے گا کبھی یہ بیچ سے پردہ
تو اے نورِ خدا بے شک نقابِ رُوئے وحدت ہے
مَیں یہ عینک لگا کر جس کو چاہوں دیکھ لیتا ہوں
اگر یہ آنکھ پر عینک نہ ہو پھر نور ظلمت ہے

(حسرت صدیقی)

(۱) سنو وہ ہر چیز کو محیط ہے (پ۲۵ حم السجدہ:۵۴) (۲) ناپید' کالعدم (۳) حیات دکھانے والی

باب نمبر (۴)

عبد

دُنیا کے بندے

کون نہیں جانتا کہ غلام کا کچھ نہیں کیونکہ وہ خود اپنا نہیں بلکہ اپنے آقا کا ہے۔ جو غلام اپنے آپ کو آقا کی طرح آزاد سمجھتا ہے وہ باغی ہے۔ جو اپنی کمائی کو اپنا مال سمجھتا ہے وہ غاصب ہے۔ نمک حرام ہے وہ جو آقا کی خدمت سے جی چُراتا ہے۔ ناشکرا ہے وہ جو مالک کی عطا پر راضی نہیں ہوتا یا اُس کو بے محل صَرف کرتا ہے۔ عاقل بندہ آقا کی اطاعت کرتا ہے' شب و روز کمر بندگی چُست رکھتا ہے۔ نہ کپڑے کی فکر نہ کھانے کا خیال' نہ راحت سے غرض' نہ آرام سے مطلب۔ نہ کفش برداری پر ناز' نیاز ہی اُس کا مابہ الامتیاز۔ اُس کی فکر ہے تو آقا کو' اس کے متعلقین کی فکر ہے تو آقا کو۔ دیکھو جوان بیٹے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں مگر غلام اور اُس کے بیوی بچوں کا نفقہ آقا پر لازم ہے۔ واہ ری غلامی کہ غلام کی عزت آقا کی عزت ہو جاتی ہے۔

ضَرْبُ الْعَبْدِ اِهَانَۃُ الْمَوْلٰی۔

بلکہ غلام کی ذات اُس کے آقا کی ذات۔

مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْهُمْ اَصْبَحْتُ كُرْدِيًّا وَاَمْسَيْتُ عَرَبِيًّا۔

جو غلام آقا کے سوائے کسی اور سے مانگتا ہے' وہ بدمعاش ہے' کیوں کہ وہ اس طرح اپنے آقا کو بدنام کرتا ہے۔ بعض غلام اپنے آقا سے ہی مانگتے ہیں مگر

جلد بازانہ۔ بعض التجا کرتے' خوشامد کرتے رہتے ہیں۔ جہاں آقا کو خوش دیکھا اپنی کوئی آرزو پوری کرائی۔ بعض اپنے مقاصد کی تکمیل آقا پر چھوڑتے ہیں۔ بعض کی نہ تو ذاتی غرض رہتی ہے نہ کوئی سوال ہی کرتے ہیں۔ بعض ذاتی غرض تو نہیں رکھتے مگر سوال کو بندگی کا کمال سمجھتے ہیں۔ بعض وقت کا اقتضاء' مالک کا مقصد دیکھتا رہتا ہے۔ محنت کو برداشت' تکلیف پر صبر کرتا ہے' درد سے لذت اُٹھاتا ہے۔ جب سمجھتا ہے کہ اِس وقت سوال سے مالک کا کمال ظاہر ہوگا تو بندہ غرض سے زیادہ گڑگڑاتا ہے اور آقا سے مانگتا ہے۔ خود مانگتا ہے اور دوسروں کو مانگنا سکھاتا ہے۔ مالک بھی خوب سمجھتا ہے کہ اُس کا ذاتی مقصد نہیں ہوں۔ اُس کی اصلی غرض ہے تو میرے کمال کا اظہار ہے۔ ایسے غلام کو عہدہ ملتا ہے' جاگیر ملتی ہے اور وہ صوبہ داری سے سرفراز ہوتا ہے۔ سب کچھ رکھتا ہے مگر اپنا کچھ نہیں سمجھتا۔ کیوں؟ وہ غلام ہے اور غلام کا جو کچھ ہے سب آقا کا ہے۔

زیادہ عنایت ہوتی ہے تو ندیموں (۱) میں جگہ ملتی ہے۔ آقا کے پاس بیٹھتا ہے۔ ایک دستر خوان پر کھاتا ہے' ایک جام سے پیتا ہے۔ غلامی محبوبیت میں نمایاں ہوتی ہے۔

محمود کو اپنا تماشا دیکھنا منظور ہوتا ہے تو وہ ایاز کو اپنے کپڑے پہناتا ہے' تخت پر بٹھاتا ہے' سب سے نذریں دلواتا ہے۔ ایاز بھی اکڑ کر بیٹھتا ہے' بڑی ہی بے پرواہی سے نذریں لیتا ہے۔ کیوں؟ وہ اس وقت آقا کی تمثیل (۲) کر رہا ہے۔ مگر دل میں خوب سمجھتا ہے کہ نہ کپڑے میرے ہیں نہ تخت میرا' اور میں وہی غلام ہوں اور سب کچھ میرے آقا کا ہے۔ تماشا ختم ہو جاتا ہے' پھر وہی اگلے کپڑے' وہی پہلی جگہ۔ نہ اس تمثیل سے اس کی ذاتی غرض متعلق تھی نہ اس سابقہ حالت پر

(۱) دوستوں مصاحبوں (۲) مشابہت

عَود (۱) کرنے سے اس کے دل پر کچھ گرانی (۲) ہی ہے۔ اس میں آقا کی خوشی تھی اور یہ اس کی اصلی حالت ہے جو اس کے نقطۂ نظر سے کبھی نہیں ہٹی۔ ایاز قدرِ خود بشناس۔ آقا کو ضرورت ہوتی ہے تو اس کو دوسرے شہر کو روانہ کرتا ہے۔ رعایا کو اُس کے ذریعہ نہایت ضروری اور اہم احکام بھیجتا ہے۔ غلام خوشی سے دربار چھوڑتا ہے، اپنی خوشی پر بادشاہ کی خوشی کو ترجیح دیتا ہے یعنی حضور پر غیبت (۳) کو اختیار کرتا ہے، نہیں! یہاں غیبت کہاں؟ جو حکم بادشاہ خود اپنے منہ سے سناتا تھا، غلام کے منہ سے سنا رہا ہے، حقیقت میں یہ بھی ایک تمثیل ہے، جو یہ غلام ادا کر رہا ہے۔

شہاب الدین غوری کو مہاراجہ قنوج، جس کا باپ خراج دیتا تھا، کشتی میں لگا کر تلوار بھیجتا ہے کہ اب تمہارے ہمارے بیچ میں تلوار ہے۔ شاہِ جلالت پناہ تخت سے اُٹھتا ہے، کمر سے تلوار نکالتا ہے اور اُس سے اِن فرستادہ (۴) تلواروں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کر دیتا ہے۔ غلاموں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ غلام گردنیں جھکائے آگے بڑھتے ہیں۔ بادشاہ وار کرتا ہے، سر کٹ کر گر جاتا ہے اور غلام حقِ جانثاری سے سبکدوش (۵) ہوتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا سر بکف کھڑا ہے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کا کمالِ شمشیر زنی اور غلاموں کا کمالِ جاں بازی نمایاں ہوتا ہے، اور ان کی خوشی سے مرنا ان کو صفحۂ تاریخ پر حیاتِ دائمی بخشتا ہے۔

خدا کے بندے

یہ تو دُنیا کے غلاموں کا ذکر تھا جن کو ان کے آقاؤں نے نہ نیست سے ہست کیا، نہ جان ان کی مِلک ہے۔ وہ تو غلاموں کے باطنی حالات سے ناواقف ہیں اور ان کو غلاموں کے دِلی خیالات پر بھی قابو نہیں۔ آقا چاہے تو اپنے غلام کو آزاد

(۱) واپسی، لوٹنا، پھرنا (۲) بوجھ (۳) غیر موجودگی (۴) بھیجی ہوئی (۵) فارغ، بری الذمہ

کر سکتا ہے، کچھ نہ ہوا تو ایک دن مر کر ضرور غلام آزاد ہو جائے گا۔

مگر خدا اور بندے کی نسبت ایسی نہیں۔ یہ رشتہ ایسا مضبوط ہے کہ نہ کسی کے توڑے ٹوٹ سکتا ہے، نہ کسی کے کاٹے سے کٹ سکتا ہے۔ لاکھ نہ مانو مگر ہم ہیں غلام۔ مرنا بھی غلامی میں کوئی فرق نہیں پیدا کر سکتا، جان بھی ہے تو خدا کی ہے۔
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ (پ۱۴، حجر:۲۹)

حسرت مرے پاس کیا دھرا ہے
اک جان، سو وہ بھی ہے پرائی
(حسرت صدیقی)

شریکِ الباری پیدا ہوتا تو بندہ آزاد ہوتا
نازشِ حسرت بیچارہ کہ بیچارہ ہے
(حسرت صدیقی)

نادان اشیاء کو اپنا سمجھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنا:
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ (پ۳، بقرہ:۲۸۴)
ترجمہ: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔
لِلّٰهِ الْاَرْضُ وَالسَّمٰوٰتِ ...... ○ ...... میری ہر چیز ہے پرائی
بندہ جھوٹا ہے اور خدا سچا ہے:
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا۔ (پ۵، النساء۔۸۷)
اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی!
دعویٰ حق کا ہے راست و برحق ...... ○ ...... میری ہر بات ادعائی
ذی فہم اپنے اعمال پر غور کرتا ہے، تو ان کی قدرت بھی اپنے میں نہیں پاتا۔
خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ (پ۲۳، الصّٰفّٰت:۹۶)

ترجمہ:-تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا۔

صفات پر نظر کرتا ہے تو اپنے لئے اس کا پتہ نہیں پاتا' نہ سماعت ہے نہ بصارت:

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (بے شک وہی ہے دیکھنے سننے والا)

نہ ارادہ ہے نہ مشیت:

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ (پ۳۰' تکویر:۲۹)

ترجمہ:-اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہان کا رب۔

مقصد مرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا
مَیں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں

(حسرتؔ صدیقی)

تمام خوبیاں اُسی کی ہیں اور تمام محامد اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں:

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (پ۲۲' فاطر:۱۰)

ترجمہ:- پاکیزہ کلمات اور مقبول عمل اسی کی جانب اُٹھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی انہیں بلندیاں دے دیتا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (پ۷' انعام:۴۵)

ترجمہ:-اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں جو اہل عالم کا پروردگار ہے۔

تم سا نہیں دُنیا میں' جو کچھ ہو سو تمہیں ہو
ہم تم سے کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتے

(حسرتؔ صدیقی)

خود کو سمجھتا ہے کہ مَیں ہوں' تو حیات ڈانٹتی ہے کہ نفسِ وجود کیا ایک معنی نہیں ہے' اور کیا وحدتِ انتزاعی وحدتِ منشاء پر دال نہیں۔ پھر تو کس سے دعویٰ

اشتراک(۱) وار تبازی کرتا ہے۔

إنسان اور اُس کی خود نمائی
بندہ اور دعویٰ خدائی؟

☆

زُعم باطل کی تجھ کو مستی کب تک
نادان یہ ادعائے ہستی کب تک
تو بھی موجود اور حق بھی موجود
ظالم یہ شرک و خود پرستی کب تک

(حسرتؔ صدیقی)

کبھی خیال کرتا ہے کہ مَیں نہیں ہوں تو عقل قہقہہ لگاتی ہے کہ یہ بداہت(۲) کا انکار ہے اور حق کی مخالفت ہے اور دُنیا سے امانِ تأبید۔

پھر خیال کرتا ہے کہ مَیں نہیں ہوں اور اپنے آپ کو ناحق "ہوں" خیال کرتا ہوں۔

بے بود ہے نمود' عدم ہے مرا وجود
مَیں چشمِ اعتبار میں محضِ اعتبار ہوں

☆☆☆

اک وہم خودی ہے جس پر مغرور ہے تو
جویا جس کا ہے اُس سے کب دُور ہے تو
اُٹھ جائے اگر بُعدِ خیالی کا حجاب
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ حور ہے تو

(حسرتؔ صدیقی)

(۱) شرکت' ساجھا (۲) یقینی ہونا

اگر دُنیا میرا بے ہودہ خیال ہے تو میرے "نہیں" خیال کرنے سے نیست[1] ہو جاتی؟ نہیں، وہ تو اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔ نہ میرے خیال کرنے سے کوئی چیز پیدا ہوتی ہے نہ ہیں خیال کرنے سے معدوم۔

نہ ٹلائے سے ٹلے گی، ہے بلائے آسمانی
مرا اعتبار حسرت مرا اعتبار ہوتا

(حسرتؔ صدیقی)

کیا نیستی میں ہستی کا جلوہ ہے؟

بے وجہ نہیں دل کشی صورتِ باطل
باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے

(حسرتؔ صدیقی)

نیستی[2] بھی کوئی شئے ہے کہ اس میں ہستی کا جلوہ ہو۔ کیا "ثُبُوْتُ شَیْءٍ لِشَیْءٍ فَرْعُ ثُبُوْتِ الْمُثْبَتِ لَہٗ" صحیح نہیں؟ "ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ" کیا ہستی ہی نیستی ہے؟ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" ۔ یہ تو اجتماعِ نقیضین[1] ہے۔ کیا ہستی نیستی بن گئی ہے، یا نیستی ہستی؟ یہ تو انقلابِ حقائق ہے۔ جب میں نہ ہستی میں ہوں اور نہ نیستی میں تو احکامِ واقعیہ مجھ پر کیسے؟

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (پ۲، البقرہ:۱۵۶)

وُجودی احکام وجود پر لگتے ہیں اور عدمی عدم پر۔

نیستی میں ہوں نہ ہستی میں ہوں
بے نشانی ہے نشانی میری

☆

(۱) نابود، معدوم، فنا (۲) ناپید ہونا، فنا (۱) اضداد

ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا، کچھ بھی پتا نہ پایا
مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں
دیکھا تو کچھ نہ پایا، سوچا تو بس یہ سمجھا
اِک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

﴿حسرتؔ صدیقی﴾

مَیں آسمان پر نہ سہی، زمین پر نہ سہی، میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تو کیا، پر واہ، مَیں خدا کے علم میں ہوں کیونکہ خدا مجھے جانتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ مَیں کیا ہوں، کیونکر ہوں؟

ہے پیش نظر خیال تیرا
ہر چند ہوں پیکرِ خیالی

(حسرتؔ صدیقی)

باب نمبر (۵)

عَبدالله

رجوع اِلی اللہ بندوں کو مختلف طور پر ہوتا ہے۔ کوئی ہر شئے کو اپنے حصولِ کمال میں خدائے تعالیٰ کا محتاج پاتا اور اس کی ربوبیت کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ کوئی مخلوقات کو سراپا احتیاج سمجھتا ہے اور قیومیت اُس کے رُوبرو متجلی ہوتی ہے۔ کسی کی ہر ایک کے مرنے اور فنا ہونے پر نظر پڑتی ہے اور اسم ''اَلْقَھَّارُ یَا اَلْمُمِیْتُ'' نمایاں ہوتا ہے۔ کوئی دُنیا کی ہر شئے کو نیست سے ہست ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور اسم ''اَلْبَدِیْعُ'' کی اُس پر تجلی ہوتی ہے۔ غرض کہ کسی پر دو (۲)، کسی پر چار (۴)، کسی پر دس (۱۰)، کسی پر بیس (۲۰) صفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی صفات کا علم ہوتا ہے تو اپنے صفات کو کالعدم پاتا ہے۔ بلکہ اپنے صفات کے اِثبات (۱) کو شرک فی الصفات اور دُور از توحید سمجھتا ہے۔ جس اَمر میں جس قدر کسی کو اپنے فقر کا علم ہوگا اُسی قدر خدائے تعالیٰ کی غِنا کا انکشاف ہو گا، اور یہ علم اُس کو خدائے تعالیٰ سے ایک نسبت و رَبط پیدا کر دے گا۔ شخصی خطرات، ذاتی تجربہ و مشاہدہ، صحبت اہل نسبت، دوام، قوتِ توجہ سے اس نسبت کو قوت ہوتی ہے۔

جس اسم سے کسی کو نسبت ہوگی اُس اِسم کی تجلی اس پر ہوگی اور اس سے دوسروں پر اُس کا اثر ظہور پائے گا، اور وہ شخص اِس اسم کا بندہ کہلائے گا۔ مثلاً کسی شخص کی نظر خدائے تعالیٰ کی شان ہائے رحمت پر پڑتی ہے اور رات دن اُسی

(۱) ثابت کرنا

خیال میں مستغرق رہتا ہے تو یقیناً اس شخص پر خدائے تعالیٰ کا رحم بھی ہوگا، اور وہ بھی خدائے تعالیٰ کے بندوں پر رحم کرے گا۔ ایسا شخص عبد الرحمٰن، عبد الرحیم سے موسوم ہوگا۔ یا کسی کو خدائے تعالیٰ کی قدرت سے نسبت و رَبط ہوگا تو وُہ عبد القادِر یا عبد المقتدر ہوگا۔

مگر کامل بندہ تو وہی ہوگا جس کو خدائے تعالیٰ کی ذاتِ مستجمع جمیع کمالات سے وابستگی ہوگی، اور یہی شخص ''عَبْدُ اللّٰہِ'' کہلانے کا مستحق ہوگا۔ وہ اپنی عدمیت محض پر رہے گا۔ نہ کسی شئے کو اپنی مِلک جانے گا، نہ کسی قوت سے خود کو موصوف سمجھے گا۔ وہ خود کو بالکل عاجز پائے گا اور خدائے تعالیٰ اس سے عظیم الشان آثارِ قدرت و خوارقِ عادات نمایاں فرمائے گا۔ بالجملہ عَبْدُ اللّٰہ وُہ ہے جو اپنا کچھ نہ سمجھے اور خدائے تعالیٰ ساری دُنیا کو اُس کا کر دے۔

؎ جو کچھ ہے وُہ آقا کا، کچھ بھی نہیں بندے کا
؎ حسرت ترا بندہ ہے وُہ تجھ کو بھلا کیا دے

(حسرت صدیقی)

باب نمبر (٦)

عبداللہ کون ہے؟

بندے تو سب خدائے تعالیٰ کے ہیں' خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ ماننے والوں کی بھی کمی کیا ہے۔ ہزاروں بار ہم بھی خدا کو پکارتے ہیں' عمر بھر ان شاءاللہ پکاریں گے۔ مگر وہ بھی کہے کہ ہاں تو میرا بندہ ہے۔ قرآن شریف میں جنابِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نقل کیا گیا ہے:

"اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ" (پ۱۶' مریم:۳۰)

ترجمہ:- میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

"عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا" (پ۱۵' بنی اسرائیل:۶۵)

ترجمہ:- ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ یعنے ایسے بندے اور بھی ہیں۔

اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو۔

"ایک" محمد رسول اللہ کو فرماتا ہے:

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ

ترجمہ:- جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوا

مزید فرماتا ہے:...... سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (پ۱۵' بنی اسرائیل:۱)

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو شب کو لے گیا۔

باب نمبر (۷)

عبداللہ کے لوازم

عبدِ کامل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب شان

حضرت محمد عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ معجز آیات (۱) پر ذرا غور کرو تو ایک عجیب تماشا نظر آئے گا۔ عجز وانکسارِ بندگی' بے چارگی بدرجۂ اتم' معجزات وخرقِ عادات کرشمہ ہائے قدرتِ الٰہی' آثارِ کمالات لامتناہی' بمرتبۂ اکمل۔ کبھی جمال نمایاں ہے کبھی جلال کیونکہ ان کا اجتماع ہی کمال ہے۔؎

جمال ایک شان ہے تیری' جلال ایک شان ہے تیری
عجب تصویرِ قدرت ہے کہ جس میں نور وظلمت ہے

(حسرت صدیقی)

شکمِ مادر ہی میں ہیں کہ والدِ ماجد کا انتقال ہو جاتا ہے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کا' آٹھ سال کی عمر میں جدِ امجد کا۔ سر پر کوئی بڑا نہیں کہ تعلیم وتربیت کرے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' خدا سب سے بڑا ہے اور رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہی آپ کا مربی۔ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ○ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی ○ (۲) رسالت سے سرفرازی ہوتی ہے' تمام اقارب' عقارب بنے ہوئے ہیں۔ تمام شہر خون کا پیاسا ہو گیا ہے۔ نہ پاس دوست ہیں نہ آشنا اور تمام قبائل کے صنادید بالاجتماع حملہ کرنے کا منصوبہ گانٹھ کر گھر کا محاصرہ کئے بیٹھے ہیں کہ بنی ہاشم کچھ نہ کر سکیں۔ مگر

(۱) عاجز کرنے والی نشانیاں

(۲) (کیا تجھے یتیم نہ پایا' پھر پناہ دی اور تجھے اپنی محبت میں خود رفتہ پایا پھر راستہ دکھایا (پ۳۰' والضحیٰ ۶'۷)

لطیفۂ ربانی سے ناواقف کہ کیا کیا ہوسکتا ہے۔ حضرت باہر نکلتے ہیں اور مشت خاک ان دل کے اندھوں پر پھینکتے ہیں:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔ (پ۲۲، یٰس: ۹)

ترجمہ:- ہم نے اُن کے سامنے سے اور اُن کے پیچھے سے ایک دیوار کھڑی کردی پھر ہم ان پر چھا گئے لہٰذا وہ دیکھ بھی نہیں سکتے۔

انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور آپ اُن کے سامنے سے چلے جاتے ہیں۔

منکرین کے مظالم کی کچھ انتہا بھی ہے، برا بھلا کہتے ہیں، پتھر مارتے ہیں، راستے میں گڑھے کھودتے ہیں، کانٹے ڈالتے ہیں۔ پروانہ ہائے شمع نبوت (۱) کو قسم قسم کی ایذائیں پہنچاتے ہیں، دھوپ میں ریت پر پڑے ہیں، سینے پر پتھر ہے، کوڑے پر کوڑے پڑتے ہیں اور صدائے اَحد اَحد بلند ہے۔ آخر آپ اصحاب کو ترکِ وطن کا حکم دیتے ہیں، کوئی حبشہ کو جاتا ہے تو کوئی مدینہ کو۔ انتہا یہ کہ حضرت ﷺ کو وطن چھوڑنا پڑتا ہے، گھر دار سب سے منہ موڑنا پڑتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کو دوش پر اُٹھائے نشانِ قدم مٹاتے جاتے ہیں۔ آخر ایک غار میں چھپتے ہیں، کفار نابکار چار طرف منڈلا رہے ہیں۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ (۲) یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے آقائے باوقار کے لئے مضطر و پریشان ہیں۔ آپ تسلی دے رہے ہیں۔

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (پ۱۰، توبہ: ۴۰)

ترجمہ:- تم غم نہ کرو، کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

یہی معیت ایک دوسرا تماشا دکھاتی ہے۔ مکے کو آرہے ہیں، بارہ ہزار فوج

(۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۲) پ۱۰، التوبہ: ۴۰

ظفر موج ہمراہ رکاب ہے، ہر قبیلے کا علم جدا ہے، نعرا جدا ہے۔ مقدمۃ الجیش پر سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سرکردگی کر رہے ہیں۔ دو ہزار جنگ جو، آتشیں خو، نبرد کوش، فولاد پوش، خاص مرکب ہمایوں میں زرہیں تاباں، خود درخشاں، اسلحہ کا شور، نعروں کا زور، ہر ایک سپاہی اسلحہ میں چھپا ہوا ہے۔ خود کے نیچے سے صرف دو آنکھیں نظر آتی ہیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں کہ نقابت کر رہے ہیں، رعد کی طرح گرج رہے ہیں۔ صفیں دُرست رکھو! آگے والے آگے، پیچھے والے پیچھے! ناقۂ قصویٰ پر فخر عرب، محبوبِ رب جلوہ گر ہے۔ سیاہ عمامے کے نیچے تاباں و درخشاں چہرہ دلکش آواز میں إِنَّا فَتَحْنَا (۱)، فرطِ مسرت سے کبھی سجدہ، کبھی شکریہ، کبھی دُعا

بجلی چمک کر گرتی ہے چار جانب
ہے ایک طورِ سینا گویا تری گلی میں

(حسرتؔ صدیقی)

سردارِ قریش ابوسفیان بن حرب کو ان کی جان بخشی کرا کر عم رسول حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ایک پہاڑی پر لئے کھڑے ہیں:

ظَلَّتْ لِهَيْبَتِكَ الْأَعْنَاقُ خَاشِعَةً
بِحَدِّ سَيْفِكَ حَدُّ الْكُفْرِ يَنْثَلِمُ

(حسرتؔ صدیقی)

ترجمہ:- تیری ہیبت سے تمام گردنیں جھکی ہوئی ہیں، تیری تلوار کی باڑھ سے کفر کی باڑھ شکستہ ہے۔

ابوسفیان بن حرب نے کسریٰ و قیصر کے دربار دیکھے، ان کی فوجیں دیکھیں،

(۱) پ۲۶، الفتح: ۱

مگر اس وقت وہ بھی پیکرِ تصویر بنے کھڑے ہیں اور دل ہی دل میں کہہ رہے ہیں' الٰہی! یہ کیا تماشا ہے۔ یہ منظور اس منظر کی رُوحِ رواں' رُوْحِیْ وَاَرْوَاحُ الْعٰلَمِیْنَ لَہُ الْفِدَاءُ (۱) اِیمان بن کر ابوسفیان کے دل میں گھستے ہیں۔ ثُمَّ اسْتَقَرَّ اِیْمَانُہٗ (پھر اس کا ایمان قرار گیر ہوگیا)

سب کچھ دُرُست مگر اس منظر کا سب سے بڑا لطف اُٹھانے والا وہی ثانی اثنین ہے جو مکے سے نکلتے ہوئے بھی اس بے سایہ کے ساتھ سایہ کی طرح قدموں سے لپٹا ہوا تھا' اور اس وقت بھی ایک اُونٹ پر محوِ تماشا بنا ہوا' ہمراہِ رکاب ہے۔ گذشتہ حزن' موجودہ مسرت کا صحیح اندازہ ان کے سوا بھلا کون کر سکتا ہے۔

آئینہ کہے گا کیا' کیا تجھ میں ہے رعنائی
پوچھ اس سے تری قیمت' تیرا جو ہے شیدائی

(حسرتؔ صدیقی)

اے پرتو حسن تو ھنگامہ کند برپا
در پردہ نمی گنجد ایں جلوۂ رعنائی

(حسرتؔ صدیقی)

کفار کے گذشتہ مظالم کا بدلہ تو دیکھو۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وُہ امن میں' جو ہتھیار ڈال دے وُہ امن میں' جو مسجد کعبہ میں داخل ہو وُہ امن میں' جو گھر کا دروازہ بند کر لے وُہ امن میں۔ کلیدِ کعبہ (۲) سابق کلید بردار کے حوالے انتہا یہ کہ مکہ اہلِ مکہ کے لئے اور خود مدینہ روانہ۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۷' انبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:- اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(۱) میری جان اور تمام دُنیا کی جانیں اس پر تصدق (۲) کعبہ کی چابی

سراپا نور کی صورت' مجسم خلق کا پتلا
کسی کی ایسی صورت ہے' کسی کی ایسی سیرت ہے؟

(حسرتؔ صدیقی)

دو دو مہینے چولھے پر ہانڈی نہیں چڑھتی' اَسودین یعنی کھجور اور پانی پر آلِ محمد ﷺ کی گزر ہوتی ہے' اصحاب نثار ہو رہے ہیں' شہادت کی گرم بازاری ہے' قرابت دار شہید ہو رہے ہیں' اولاد کا انتقال ہو رہا ہے' دندانِ مبارک زخمی ہو گیا ہے۔ خود سر میں گھس گیا ہے' خون بہہ رہا ہے۔ زمین پر گرنے نہیں دیتے کہ کہیں یہ سرزمین تباہ نہ ہو جائے' گڑھے میں آ گئے ہیں' خون بہہ کر نکل گیا ہے' باہر نکلنا چاہتے ہیں' نہیں نکل سکتے۔ طلحہ بن عبیداللہ کے سہارے سے اُوپر چڑھتے ہیں۔ خود بھی بھوکے ہیں' اصحاب بھی بھوکے' پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ کدال لئے خندق کھود رہے ہیں۔ کدال پتھر پر پڑتا ہے' آگ کا شرارہ نکلتا ہے' جوشِ شادمانی (۱) سے پکار اٹھتے ہیں۔ ملک کسریٰ مل گیا' ملک قیصر پر قبضہ ہو گیا (۲)۔

دِل میں لہر آتی ہے تو چند روٹیوں کے ٹکڑوں سے سینکڑوں کو سیر کر دیتے ہیں (۳) پانی کے لگن میں ہاتھ رکھتے ہیں' اس پر چشمۂ فیضِ الٰہی کی اُنگلیوں سے پانی بلبلے دیتا اُبلتا جاتا ہے اور تمام فوج سیراب ہو جاتی ہے (۴) مٹھی بھر ریت لے کر دشمنوں کی طرف پھینکتے ہیں اور دشمنوں کی فوج تتر بتر سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ ﴿پ ۲۷' القمر:۴۵﴾ (قریب ہے فوج شکست کھائے گی اور پشت پھیر دے گی)۔ (۵)

(۱) خوشی' مسرت (۲) مشکوٰۃ باب فی المعجزات/ بخاری ابواب المغازی باب غزوۃ الخندق
(۳) بخاری' ابواب المغازی باب غزوۃ الخندق عن جابر و عن ابی ہریرہ۔
(۴) بخاری' ابواب المغازی باب غزوۃ الخندق عن جابر و مالک بن انس رضی اللہ عنہما / بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام (۵) مسلم' مشکوٰۃ باب فی المعجزات' پہلی فصل۔

☆ حضرت ﷺ فرماتے ہیں:

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ (پ۹،اعراف:۱۸۸)

ترجمہ:- اگر میں غیب کو جانتا تو خیر کثیر حاصل کر لیتا۔

اور...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ۲۹،جن:۲۶،۲۷)

ترجمہ:- غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا مگر برگزیدہ رسول کو۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ (پ۳۰،کوثر:۱)

ترجمہ:- بے شک ہم نے تم کو بہت کچھ دیا ہے، خیر کثیر دیا ہے۔

☆...... آپ ﷺ فرماتے ہیں:

مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ (پ۲۶،احقاف:۹)

ترجمہ:- مَیں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

اور...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (پ۱۵،بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ:- قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود دے۔

مزید فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ۳۰،والضحیٰ:۵)

ترجمہ:- عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے، خوش ہو جاؤ گے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰،والضحیٰ:۴)

ترجمہ:- ضرور تمہاری پہلی حالت، اگلی حالت سے بہتر ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (پ۳۰،انشراح:۴)

ترجمہ:- ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا، تمہارا بول بالا کر دیا۔

☆ ترکِ تابیر کے لئے فرماتے ہیں۔ ترکِ اسباب میں لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ ایک سال خرما کم آتے ہیں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں۔ قلت خرما کو ترکِ تابیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ۔

ترجمہ:- تم دُنیوی اُمور کے متعلق زیادہ جانتے ہو۔

یعنی سبب مسبب کے جھگڑے تم ہی خوب جانتے ہو!

☆ ایک صحابیہ ہانڈی میں بکری کا گوشت پکاتی ہیں۔ حضرت ﷺ فرماتے ہیں، بکری کا دست دے، وہ دیتی ہیں، اور مانگتے ہیں، دوسرا دست دیتی ہیں، اور مانگتے ہیں، وہ عرض کرتی ہیں۔ بکری کے دو دست ہوتے ہیں وہ تو مَیں دے چکی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اگر تو یہ نہ کہتی اور دیتی چلی جاتی تو دست نکلتے جاتے۔

اصل یہ ہے کہ ان اُمور میں اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا [1] ہو۔ (اسی طرح قلت خرما والے صبر کرتے تو ہمیشہ کے لیے تابیر کی تکلیف سے نجات پا جاتے اور قلت خرما کثرت خرما میں ہمیشہ کے لئے بدل جاتے)

آپ ﷺ فرماتے ہیں: اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ [2]

مگر...... کوئی دیکھے یہ بشر بھی کیسا بشر ہے!

ظلمت اور نور میں برابر دیکھتے ہیں۔ [3]

آگے پیچھے سے برابر دیکھتے ہیں۔ [4]

---

(۱) تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (پ۱۵،کہف:۶۷)

(۲) میں تم جیسا بشر ہوں (پ۱۶،کہف:۱۱۰) (۳) بیہقی عن عائشہ وابن عباس

(۴) صحیحین عن انس وعائشہ رضی اللہ عنہا، مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصف، پہلی فصل

سوتے ہیں مگر دل بیدار ہے' وضو کی حاجت نہیں:

اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامُ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔ (۱)

میری آنکھ سوتی ہے اور دل نہیں سوتا۔

ایک صحابیہ (حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا) حضرت ﷺ کا پیشاب پی لیتی ہے تو ہمیشہ کے لئے دردِ شکم موقوف۔ (۲)

زمین ہے کہ آپ کا فضلہ کھا جاتی ہے اور وہاں سے خوشبو آتی ہے۔ (۳)

آپ کا پسینہ دلہنوں کو عطر کی طرح لگایا جاتا ہے۔

جس گلی سے نکل جاتے ہیں معطر ہو جاتی ہے اور صحابہ پتا لگا لیتے ہیں کہ حضرت ﷺ اس طرف سے گزرے ہیں۔ (۴)

روزے پر روزے رکھتے ہیں' لوگ تقلید کرنا چاہتے ہیں اور ہو نہیں سکتی۔ آخر فرماتے ہیں:

لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ

میں تمہاری طرح نہیں ہوں' میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں' وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (۵)

ابوقتادہ کی آنکھ نکل جاتی ہے' آپ لعاب لگاتے ہیں' وہ پہلے سے زیادہ بہتر ہو جاتی ہے۔ (۶)

---

(۱) بخاری کتاب الصلوٰۃ' بخاری کتاب الوضوٗ بخاری کتاب الانبیاء

(۲) الخصائص الکبریٰ' السیوطی' ذکر الخصائص التی اختص بھا عن امتہ......الخ / المعجم الکبیر' الطبرانی' حدیث ۲۳۰/ دلائل النبوۃ: ۲/ ۲۸۰۔ (۳) الخصائص الکبریٰ: ۲/ ۳۰

(۴) ترمذی' مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ' دوسری فصل

(۵) شیخان عین ابن عمر وابی ہریرہ وانس وعائشہ رضی اللہ عنہم' بخاری کتاب الصوم' مسلم کتاب الصوم' مشکوٰۃ کتاب الصوم (۶) الشفاء شریف

درختِ خرما (۱) کے تنہ سے تکیہ لگاتے ہیں تو اُس میں جان آجاتی ہے' جدا ہوتے ہیں تو روتا ہے۔ (۲)

چاند کی طرف اُنگلی کا اشارہ کرتے ہیں' وہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (پ ۲۷' القمر: ۱)

ترجمہ: -قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

چاند دو ٹکڑے ہونے کی احادیث کے لئے (۱) بخاری کتاب الانبیاء باب سوال المشرکین (۲) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب اقتربت الساعۃ (۳) ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۃ القمر (۴) بخاری کتاب التفسیر باب اقتربت الساعۃ (۵) بخاری کتاب المناقب ' ملاحظہ فرمائیں۔

نیّرِ اعظم (۳) کو' جس کی بہت سے نادان پرستش کرتے ہیں' حکم دیتے ہیں اور وہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ (۴)

ایک لڑکی کی قبر پر جا کر آواز دیتے ہیں۔ "یَا فُلَانَہ" وہ جواب دیتی ہے لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (حاضر یا رسول اللہ) (۵)

نماز میں ایک شیطان آتا ہے' آپ پکڑ لیتے ہیں کہ ستون سے باندھ دیں' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیال آتا ہے اور چھوڑ دیتے ہیں۔ (۶)

اس تواضع کا اثر دیکھو۔ آپ کے خادم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عزّیٰ پرستوں کی سرکوبی کو جاتے ہیں' جھاڑ میں سیہ فام چڑیل نکلتی ہے اور سیف اللہ کی ایک ہی ضربتِ شمشیر سے دو پر کالے ہو جاتے ہیں۔ حضرت ﷺ فرماتے ہیں وہ

---

(۱) کھجور (۲) بخاری کتاب الانبیاء' باب علامات النبوۃ فی الاسلام/ مسلم/ ابن حبان/ ابن خزیمہ/ مشکوٰۃ باب فی المعجزات پہلی فصل (۳) آفتاب (۴) طحاوی فی مشکل الآثار' طبرانی

(۵) دلائل النبوۃ للبیہقی (۶) بخاری کتاب الصلوٰۃ' بخاری کتاب التفسیر' مسلم کتاب المساجد

گڑی تھی (۱)۔

بتوں کے سامنے جاتے ہیں' عصا سے اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (۲) (حق آیا اور باطل زائل ہوا) اور وہ منہ کے بل گر جاتے ہیں۔ (۳)

الحق آپ کی بشر سے مثلیت اس سے زیادہ نہیں جتنی حضرت جبریل علیہ السلام کو اعرابی سے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۔

(پ ۷ انعام: ۹)

ترجمہ:- اگر ہم پیغمبر کسی فرشتے کو بناتے تو آدمی ہی بناتے اور وہی اِلتباس (شبہ) اُن پر ڈالتے جس التباس میں اب وہ ہیں۔

کبھی کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ ہے (عائشہ مجھ سے بات کرو)

کبھی مَنْ عَائِشَةُ مَنْ صِدِّيْقٌ ، مَنْ مُحَمَّدٌ (عائشہ کون' صدیق کون' محمد کون؟) لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ○ (میرا اللہ عزوجل کے ساتھ ایسا وقت بھی رہتا ہے کہ اس میں مجھ سے نہ مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی)

☆ اُمت نوازی تو دیکھو! اپنے خادموں' کفش برداروں کو اپنا بھائی فرماتے ہیں:

لَا تَنْسَ مِنْ دُعَائِكَ يَا اَخِيْ (مت بھول اپنی دُعا سے اے میرے بھائی)

مگر آپ کے جو حقیقی چچازاد بھائی ہیں یعنے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ وہ کیا

(۱) نسائی' بیہقی (۲) پ ۱۵ بنی اسرائیل: ۸۱

(۳) بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح / طبرانی ابو نعیم فاکہی / الشفاء شریف

کہتے ہیں؟

منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے ہیں' ایک یہودی آتا ہے' چند سوالات کرتا ہے' باب مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ ' معارف کا دریا بہا دیتے ہیں' آخر وہ کہتا ہے:

اَنْتَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ

کیا آپ انبیاء میں سے ایک نبی ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَيْحَكَ اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ

تجھ پر افسوس ہے' میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ہیں اور پہلے ہی خطبہ میں برسرِ منبر فرما رہے ہیں:

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّيْ شِدَّةً وَّ غِلْظَةً وَذٰلِكَ اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ ...... الخ۔ (مستدرک للحاکم)

ترجمہ:- لوگو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تم مجھ سے شدت اور سختی دیکھتے ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' پھر مَیں آپ کا غلام اور خادم تھا۔

اونٹ آتا ہے' حضرت کو سجدہ کرتا ہے۔ (بزار)

بکری آتی ہے' سجدہ کرتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ بھی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ (احمد' بزار عن انس)

آدمی کو مناسب نہیں کہ وہ آدمی کو سجدہ کرے۔

اے دستِ ادب دامنِ شوقم تو رہا کن
تا بینم و افتم بہ سرِ پائے محمد ﷺ

☆ خدا کی بندگی اور اُس کے سامنے عاجزی کوئی خدا کے حبیب ﷺ سے سیکھے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱)

ترجمہ:-تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

آپ ﷺ دُعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِيْ وَتَرٰى مَكَانِيْ وَتَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ اَمْرِيْ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ الرَّجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِيْ اَسْاَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمِسْكِيْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَيْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِيْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِيْرِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ (۲)

ترجمہ:-اے اللہ! تو میرا کلام سُنتا ہے اور میرا مقام دیکھتا ہے' میرا باطن و ظاہر جانتا ہے' تجھ سے پوشیدہ نہیں میری کوئی بات۔ مَیں آفت زدہ ہوں' فقیر فریادی' پناہ خواہ' گھبرایا ہوا' خوف زدہ' اپنے گناہوں کا مُقِر (۳) اور معترف' مَیں تجھ سے ایسا سوال کرتا ہوں جیسے مسکین کرتا ہے اور تجھ سے ایسی التجا کرتا ہوں' جیسے گنہگار' ذلیل کرتا ہے اور تجھے ایسا پکارتا ہوں جیسے خوف زدہ نابینا پکارتا ہے یا وہ پکارتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے' جس کے آنسو تیرے سامنے بہتے ہیں' جس کا جسم تیرے سامنے ذلیل ہے' جس کی ناک تیرے سامنے خاک آلودہ ہے۔

(۱) پ۲۱' احزاب:۲۱ (۲) حزب الاعظم للقاری (۳) اقرار کرنے والا' معترف

اس دُعا کے ایک ایک لفظ پر غور کرو' کتنی بندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اب اُن کے مقابل مالک کی سرفرازی بھی دیکھو کہ وہ آپ کے متعلق کیا کیا کلمات فرماتا ہے:

لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا۔ (۱)

ترجمہ:- میرا بندہ ہمیشہ میری قربت ڈھونڈتا ہے' نوافل سے حتیٰ کہ مَیں اُس کو محبت کرتا ہوں' پھر جب اُس کو محبت کرتا ہوں تو اُس کی سَماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے' اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ۹' انفال: آیت:۱۷)

ترجمہ:-تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا' مگر اللہ نے پھینکا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (۲)

ترجمہ:- جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں' خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

اور اپنے کتنے اسماء عظام سے آپ کو یاد فرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ: آیت ۱۲۸)

ترجمہ:-ایمان والوں پر رافت (مہربانی) ورحمت کرنے والے

(۱) بخاری کتاب الرقاق' باب التواضع/ مشکوٰۃ کتاب الدعوات' باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ' پہلی فصل
(۲) پ۲۶' الفتح: آیت:۱۰

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (پ۶' سورۃ المائدہ:۱۵)

ترجمہ:۔تمہارے پاس اللہ سے نور اور ایسی کتاب آئی جو خوب بیان کرنے والی ہے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ۔ (پ۷' انعام:۵)

ترجمہ:۔انہوں نے حق کی تکذیب کی جب ان کے پاس حق آیا

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿پ۲۹' الحاقۃ:۴۰﴾

ترجمہ:۔بے شک یہ قول ہے رسولِ کریم ﷺ کا۔

اور......فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (پ۱۹' الفرقان: آیت ۵۹)

ترجمہ:۔یہ بات خبیر سے پوچھو

مالک کی طرف سے کیا کیا سرفرازیاں ہو رہی ہیں اور یہ عظیم الشان' قوی البرہان' عبداللہ ہے کہ اس کے نقطۂ نظر سے اس کی عبدیت، اس کا امکانِ ذاتی' اس کی عدمیتِ اصلی کبھی نہیں نکلتی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَآءُكَ۔

ترجمہ:۔اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں' تیرے بندے کا بیٹا ہوں' تیری بندی کا بیٹا ہوں' میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں' جاری ہے مجھ میں تیرا حکم' عدل ہے مجھ میں تیری قضا۔

کتنی وقاحت (۱) ہے ان جہالت مآبوں (۲)' ضلالت انتسابوں کی جو اس تصویرِ قدرت کے تاریک پہلو ہی پر' جو حقیقۃً ایک قسم کا نور ہی ہے' ان کی نظر پڑتی ہے اور آپ کو اپنا بڑا بھائی کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔

(۱) بے حیائی' بے ادبی (۲) کم علموں' جاہلوں

مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا غلام ہوتا تو بلال ہوتا اور فلکِ صحابیت پر ہلال (۱) ہو کر چمکتا۔ نعلین پا ہوتا تو عرشِ بریں پر ساتھ ہوتا۔ بُرا ہوں اور بے شک بُرا ہوں یا رَسُوْلَ اللّٰهِ مگر ہوں آپ کا کہ اَلطَّالِحُوْنَ لِيْ (بُرے میرے ہیں)۔

اس ......مُجَلِّي الذَّاتِ مُظْهِرُ الْاَسْمَآءِ وَالصِّفَاتِ رُوْحُ الْاَرْوَاحِ السَّارِيْ فِي الْاَشْبَاحِ "لَا يُشَاكُ اَحَدُكُمْ بِشَوْكَةٍ اِلَّا وَاَجِدُ اَلَمَهَا" مَجْمَعُ الْحَقَائِقِ اللَّاهُوْتِ مَنْبَعُ دَقَائِقِ النَّاسُوْتِ (۲)

ذات کا تجلی گاہ' اسماء وصفات کا مظہر' رُوحوں کی روح جو تمام اجساد میں سرایت کی ہوئی ہے "تم میں سے کسی کے کانٹا نہیں چبھتا مگر یہ کہ اس کا اَلم (۳) میں پاتا ہوں' حقائق لاہوت (۴) کا مجمع' دقائق ناسوت کا منبع (۵)۔

کے اوصافِ جلیلہ ومراتبِ نبیلہ کو کوئی کہاں تک بیان کرے

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

ترجمہ:۔علم کی رسائی آپ تک اتنی ہی ہے کہ آپ بشر ہیں اور تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں۔

(۱) پہلی رات کا چاند' ماہِ نو۔
(۲) الفیوضات الربانیہ۔
(۳) دُکھ' رنج' غم۔
(۴) تصوف میں مقامات کا وہ درجہ جہاں سالک کو فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے۔
(۵) از اَدعیہ محبوبِ سبحانی سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔

باب نمبر (۸)

اعتراضات کے جوابات

معراجِ سیدِ کائنات ﷺ کے متعلق چند اُمور قابل تنقیح خیال کیے گئے ہیں:

۱)۔کیا معراج مبارک جسمی ہوا یا مثالی و کشفی یا منامی یعنے خواب میں؟

۲) معراج مبارک کہاں تک ہوا؟ کیا بیت المقدس تک یا عرشِ اعظم تک؟

۳)۔کیا سید المرسلین کو رؤیت سے سرفرازی ہوئی یا نہیں؟

ہم تیسرے امر تنقیح طلب سے پہلے بحث کریں گے' کیونکہ ہماری نظر میں یہ امر اور اُمور سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس مسئلہ میں سب سے بڑا اِستدلال جو کیا جاتا ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا یَا اُمَّتَاهُ هَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهٗ فَقَالَتْ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِیْ مِمَّا قُلْتَ اَیْنَ اَنْتَ مِنْ ثَلٰثٍ مَنْ حَدَّثَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ فَقَدْ كَذَبَ' ثُمَّ قَرَأَتْ:

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" ﴿پ ۷' الانعام:۱۰۳﴾

ترجمہ:۔آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ۔ ثُمَّ قَرَأَتْ:

"وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا" ﴿پ ۲۱' لقمان:۳۴﴾

ترجمہ:۔اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی۔

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ كَتَمَ شَيْئًا مِنَ الْوَحْیِ فَقَدْ كَذَبَ۔ ثُمَّ قَرَأَتْ:

"يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ" ﴿پ ۶' المائدہ:۶۷﴾

ترجمہ:۔اے رسول پہنچا دو جو کچھ اُترا

وَلٰكِنَّهٗ رَاٰی جِبْرِيْلَ فِیْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ۔

﴿ترمذی شریف' مشکوٰۃ کتاب الفتن' باب رؤیۃ اللہ تعالیٰ' تیسری فصل﴾

مفہوم:۔مسروق سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ مَیں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: اماں جان! کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: تم نے جو کچھ کہا اس سے تو میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ان تین باتوں سے تم کہاں ہو (یعنے کیا تم کو ان کا علم نہیں؟) جس نے اُن کو بیان کیا اُس نے جھوٹ کہا۔ جس نے تم سے بیان کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اُس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "ابصار اُس کو اِدراک نہیں کرتے وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے" اور جس نے تم سے یہ بیان کیا کہ حضرت ﷺ جانتے تھے کہ کل کیا ہونے والا ہے' اُس نے جھوٹ کہا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا" اور جس نے تم سے بیان کیا کہ حضرت ﷺ نے کوئی وحی چھپا رکھی اُس نے جھوٹ کہا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "اے رسول جو تم پر نازل ہوا ہے تم اس کو پہنچا دو" الآیۃ۔ مگر حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو اُن کی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس حدیث کو بخاری مسلم اور ترمذی نے روایت کیا۔

اِس حدیث پر غور کرو! جنابِ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کوئی حدیث روایت نہیں کرتی ہیں بلکہ آیت کی تفسیر فرماتی ہیں اور اسی سے استدلال کرتی ہیں۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ اسی آیت پر غور کریں۔ یہ آیت معراج شریف ہی سے متعلق نہیں بلکہ مطلقاً اِدراک سے متعلق ہے:

اولاً:- اس آیت سے جو شئے نفی کی گئی ہے وہ اِدْرَاکِ کُنہِ ذات و تجلی تنزیہی ہے۔ اس آیت میں رُویت تجلیات کی نفی نہیں ہے۔

ثانیاً:- اِدراک احاطہ کو چاہتا ہے اور رویت احاطہ کو نہیں چاہتی۔

ثالثاً:- الابصار کے لام میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہیں یا نہیں۔ اگر لام استغراق کا نہ ہو اور جنس کا ہو تو بعض افراد پر صادِق آنا کافی ہے۔

رابعاً:- الابصار سے مرادِ ابصارِ اہل دُنیا ہیں، اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا میں منتقل ہو گئے تو جو حکم اُس عالم کا تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔ مثلاً جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُنیا میں تھے تو کھانا، پینا، سونا اور اس عالم کے دیگر لواحق آپ کو بھی لاحق ہوتے تھے۔ اب کہ آپ عالم علوی میں منتقل ہو گئے ہیں تو لوازم بھی باقی نہ رہے۔ یا مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام غیر مرئی و لطیف تھے، جب اِس عالم کثیف میں آتے تھے تو اس عالم کے لوازم ان کو بھی لاحق ہو جاتے تھے۔ مثلاً اعرابی کی یا دحیہ کلبی کی صورت، لباس وغیرہ۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب جن عالم شہادت

میں سانپ کی شکل لیتا ہے تو اُس میں زہر بھی آجاتا ہے، وہ لکڑی کی ضرب سے مر بھی جاتا ہے۔ پس جب حضرت سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم عالم علوی میں منتقل ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابصار سے ابصارِ عالم شہادت کے احکام یعنے جہت، تحیّر (تعجب، حیرت) واحتیاج نور شمس وغیرہ بھی باقی نہ رہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ ﴿پ۲۹ قیامہ: ۲۲، ۲۳﴾

ترجمہ:- بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ ....اور

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ ﴿پ۳۰ المطففین: ۱۵﴾

ترجمہ:- ہاں ہاں بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔

"ہرگز نہیں (جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں) وہ تو اپنے رب سے اس دن محجوب (پوشیدہ، مخفی) رہیں گے۔

سے دیدارِ الٰہی ثابت ہوتا ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں تطبیق اِسی طرح ہو سکتی ہے کہ کُنہِ ذات و مرتبۂ اَحدیت و تجلی ذاتی اِدراکِ بصر سے خارج ہے۔ ہاں تجلی صفاتی و تجلی مثالی و تشبیہی ہو سکتی ہے۔ ہماری اس تطبیق کی تائید جناب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے ہوتی ہے:

وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیْ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِیْ هُوَ نُوْرُهٗ وَقَدْ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ۝

﴿مشکوٰۃ باب رُؤیۃ اللہ تعالیٰ، تیسری فصل﴾

ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مَیں نے عرض کیا: کیا خدائے تعالیٰ نہیں فرماتا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ﴿پ ۷ الانعام: ۱۰۳﴾

ترجمہ: - آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

تو عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اے ہے یہ تو جب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اُس نور سے تجلی فرمائے جو اُس (ذات) کا نور ہے۔ حضرت ﷺ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

ہماری اس تطبیق سے کتنی کش مکش دفع ہو جاتی ہے کہ جتنی آیتیں یا احادیث نفی رؤیت کی ہیں وہ سب شانِ اَحدیت و تجلی ذاتی و کُنہِ حقیقت حقہ سے متعلق ہیں، اور جتنی آیتیں یا حدیثیں ثبوتِ رؤیت کی ہیں وہ سب مثال اور تجلی صفاتی اور اپنی اپنی نسبت کی طرف رُجوع کرتی ہیں ۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار کرنا پڑتا ہے، اور چونکہ کل قیامت کے دن علم ایمان ہی مشہود ہو جاتا ہے اس لئے اگر دُنیا میں دیدار کا یقین و ایمان نہ تھا تو پھر بڑی مشکل ہے۔ صحابہ کے اختلاف پر نہ جاؤ کیونکہ ہر ایک کا مطمع نظر مَیں نے بیان کر دیا ہے۔

اب وہ صحیح احادیث بیان کرتا ہوں جن سے ثبوتِ رویت ہوتا ہے:

عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ تعالیٰ، پہلی فصل)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اُنہوں نے کہا کہ ہم حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی نظر چودھویں رات کے

چاند پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو ایسا دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اس کے دیکھنے میں تم کو کچھ التباس اور شک نہیں۔

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا۔ ﴿رواہ البخاری والمسلم، مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ تعالیٰ، پہلی فصل﴾

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قریب میں تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے۔

اس حدیث میں تو قیامت کی بھی شرط نہیں ہے، بلکہ اس میں غالباً حضرت ﷺ کے خواصِ اصحاب رضی اللہ عنہم مخاطب ہیں جو کشف اور وجدان سے سرفراز اور ممتاز تھے۔

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى "سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ" قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَا دَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ۔

(رواہ ابن ماجۃ، مشکوٰۃ باب رویۃ اللہ تعالیٰ، تیسری فصل)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ یکا یک اُن کے اوپر ایک نور چمکے گا، وہ اپنا سر اُٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ شانِ رب کی تجلی ان پر جلوہ گر ہے۔ رب نے فرمایا: السلام علیکم اے جنت والو! حضرت ﷺ نے فرمایا، یہ تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے قول کی "سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ" ۔ (پ ۲۳ یٰس ۵۸) حضرت ﷺ نے فرمایا: رب نے ان کو دیکھا، وہ رب کو دیکھتے ہیں۔ کسی نعمت پر پلٹ کر بھی نہیں

دیکھتے، جب تک اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے، جب تک کہ وہ پردہ نہ کرلے اور اس کا اثر نور ان پر باقی رہ جائے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ لَبَّیْكَ رَبِّیْ وَسَعْدَیْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ لَا فَوَضَعَ یَدَهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ○

(حدیث الترمذی، مشکوۃ کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ تیسری فصل)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا انہوں نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رب میرے پاس (عالم مثال میں) اچھی صورت میں آیا۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نے عرض کیا: میرے پروردگار حاضر، حاضر۔ فرمایا: تمہیں کچھ معلوم ہے، ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا: جی نہیں۔ پھر اس نے اپنا دستِ (قدرت) میرے شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی خنکی مَیں نے اپنے سینے میں پائی، پھر مَیں نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب جان لیا۔

قدیم فلاسفہ، مادیّین ابصار کے لئے جہت، خروج، شعاع یا انطباع وغیرہ کے شرائط لگاتے ہیں، وہ اُن کے اپنے مادی ابصار کے متعلق ہے، روحانیین کے ابصار کے متعلق نہیں ہے۔ آج کل مسمریزم اور ہپناٹزم والے اِن مادیّین کے نسج العنکبوت کو تہِ خاک کر رہے ہیں۔ ہم کو نہ پہلے فلسفے کی وجہ سے شک ہوا نہ اب، اُن اسپرٹ پرستوں کی تائید سے کچھ مزید یقین پیدا ہوا ہے۔ ہمارا یقین خدا اور رسول کے کلام پر ہے۔ وہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے، اس لئے ہمارا ایمان بھی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے۔

معراج کی اقسام

اب میں، پہلے امر تنقیح طلب (۱) پر بحث کرتا ہوں کہ معراج مبارک جسمانی ہوا یا کشفی ومثالی یا منامی وخواب میں۔ میرے نزدیک معراج مبارک تینوں طرح سے ہوا ہے لیکن یہ واقعہ معراج جسمانی ہے کشفی ومنامی ان کے علاوہ ہیں۔ اِن میں سے مَیں پہلے معراج جسمانی پر گفتگو کروں گا۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" ﴿پ۱۵، بنی اسرائیل:۱﴾

یعنی پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا اپنے بندے کو

"اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا" ﴿پ۱۵، بنی اسرائیل:۱﴾

ترجمہ:۔ مَسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، یعنی بیت المقدس تک۔

اب ذرا غور کرو:

اولاً:۔ لفظ "سُبْحَانَ" خود اس کو بتاتا ہے کہ معراج مبارک سے خدائے تعالیٰ کی تنزیہ ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ آگے چل کر "لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" ہے، تاکہ ہم اس کو اپنی تجلیوں میں سے تجلی اعظم کو دکھائیں اور یہ تمام لوگ جو معراج مبارک سے برسر انکار ہیں، وہ معراج جسمانی اور شانِ تنزیہ کی وجہ سے ہے۔ جب معراج مبارک میں تجلی اعظم کا دیدار مراد لیں تو معراج جسمانی مراد لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

ثانیاً:۔ "اَسْرٰی" کے معنے حقیقتاً رات کے وقت لے جانے کے ہیں۔ خواب اور منام پر یہ لفظ حقیقۃً نہیں کہا جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک حقیقی معنی ممتنع ومحال ثابت نہ کریں مجازی معنیٰ لینے کا کوئی حق نہیں۔

(۱) جس میں تفتیش کی ضرورت ہو

ثالثاً:- اگر معراج روحانی ہوتا تو "اَسْرٰی رُوْحَ عَبْدِہٖ" فرماتا کیونکہ عَبْدِہٖ میں حضرت ﷺ کی رُوح وتن دونوں شریک ہیں۔ پس اگر صرف روح مقصود ہوتی تو بِرُوْحِ عَبْدِہٖ فرمایا۔

رابعاً:- خواب دیکھنے سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کفار کا اعتراض ضعیف عقیدے والوں کا بدل جانا اور مرتد ہو جانا' تصدیق کرنے والوں کے مراتب میں ترقی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسی واقعہ کی تصدیق کی وجہ سے خطاب صدیق اکبر سے سرفراز ہونا' یہ سب واضح ہیں کہ معراج مبارک جسمانی تھا۔

خامساً:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ حضرت سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش میرے سفرِ شب سے سوال کرتے جاتے ہیں۔ انہوں نے بعض ایسی چیزوں سے بھی سوال کیا جن پر میں نے غور نہیں کیا تھا۔ اس سے مجھے ایسی بے قراری ہوئی کہ کبھی ویسی بے قراری نہ ہوئی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو بلند کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور جواب دیتا جاتا تھا۔ بھلا کوئی سچ کہے کہ خواب کی کوئی ایسی تنقید کیوں کرتا۔

سادساً:- بیہقی اور ابنِ مردویہ شداد بن اوس کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسولِ اکرم ﷺ سے شبِ معراج عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے رات کو آپ کو آپ کی جگہ ڈھونڈا مگر آپ کو نہ پایا۔ حضرت ﷺ نے جواب دیا کہ مجھ کو جبریل علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ کو لے گئے تھے۔

اب رہا معراجِ منامی کا ہونا تو وہ احادیث میں بکثرت پایا جاتا ہے جو اس معراج جسمانی کے علاوہ ہیں۔ حضرت کی عادتِ مبارک تھی، صبح کی نماز کے بعد

لوگوں کے خواب دریافت فرماتے۔ کئی دفعہ خود آپ نے معراجِ منامی پر دلالت کرنے والے خواب بیان فرمائے۔ اسی طرح کشفی و مثالی معراج بھی بکثرت ہوئے۔ بلکہ سرکار کی حالت تو یہ تھی کہ:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿پ ۳۰ ضحیٰ ۴﴾

ترجمہ:- تمہاری ہر پچھلی حالت اگلی حالت سے اعلیٰ و بالا ہے۔

جناب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے سو مرتبہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔

جناب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی مرتبہ خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔

غلامانِ محمد ﷺ کو ایسے خواب' ایسے کشف ہوتے ہی رہتے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ جو لوگ اِن احادیثِ معراجِ منامی کو صحیح سمجھ نہ سکے وہ معراجِ جسمانی کے منکر ہو گئے۔ اگر معراجِ جسمانی و کشفی و منامی تینوں کے قائل ہو جاتے تو کوئی چپقلش اور کشمکش ہی نہ رہتی۔

معراج کہاں تک ہوئی؟

اب رہا تیسرا تصفیہ طلب امر کہ معراج مبارک کہاں تک واقع ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ تک تو قرآن سے ثابت ہے جو حجتِ قطعی ہے۔ لہٰذا اس کا منکر کافر یا منافق ہے۔ دیگر احادیث سے عرشِ اعظم تک جانا اور دیدارِ الٰہی سے سرفراز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ احادیث متواتر نہیں ہیں لہٰذا انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ مگر آئمہ اہل بیت سے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۱) کی تفسیر میں خدائے تعالیٰ ہی مراد ہے۔ میں تو اس پر بھی یقین رکھتا

(۱) پ۲۷' النجم: ۹۸

ہوں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَنَا رَبُّهٗ مِنْهُ حَتّٰی كَانَ مِنْهُ كَقَابَ قَوْسَيْنِ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالدُّنُوُّ مِنَ اللّٰهِ لَا حَدَّ لَهٗ وَمِنَ الْعِبَادِ بِالْحُدُوْدِ وَقَالَ اَيْضًا اِنْقَطَعَتِ الْكَيْفِيَّةُ عَنِ الدُّنُوِّ اَلَا تَرٰى كَيْفَ حَجَبَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ دُنُوِّهٖ وَدَنَا مُحَمَّدٌ اِلٰى مَا اَوْدَعَ قَلْبَهٗ مِنَ الْمَعْرِفَةِ وَالْاِيْمَانِ فَتَدَلّٰى لِسُكُوْنِ قَلْبِهٖ وَزَالَ عَنْ قَلْبِهِ الشَّكُّ وَالْاِرْتِيَابُ وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجَعُ وَالْمَاٰبُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْاَرْبَابِ۔

تمت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور پیر و مرشد کی نظر کرم سے اس کتاب کی ترتیب جدید و تزئین اور قرآنی آیات و احادیث مبارکہ کی تخریج کا کام ۴ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ/ ۶ را پریل ۲۰۱۴ء کو مکمل ہوا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

ریاست علی مجددی

قاضی کوٹ حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ

حیدر آباد دکن انڈیا میں اس کتاب "حقیقت معراج" کی کتابت سن ۱۳۱۳ھ کو محمد ضمیر الدین الخُدری نظامی نے کی تھی

نعت شریف

اِسلام کا پرچم عالم پر اُڑوا دیا کملی والے نے
اَللہ اَحد کا نقارہ بجوا دیا کملی والے نے

تاریکی کفر و ضلالت تھی آفاق میں ہر سو چھائی ہوئی
خورشید سر حقیقت کو چمکا دیا کملی والے نے

تثلیث پرستی ہر جا تھی، اصنام کی ہوتی پوجا تھی
توحید کے رُخ سے پردے کو اُٹھوا دیا کملی والے نے

دَہریت ساری دُور ہوئی اِیمان سے جان پُر نور ہوئی
یوں رازِ حقیقت خوبی سے سمجھا دیا کملی والے نے

کفار کے دل سینوں میں جلے اور منہ کے بل اصنام گرے
جب نعرۂ اَللہ اکبر فرما دیا کملی والے نے

دل میں وہ بسا ایمان بن کر، آنکھوں میں سمایا نورِ نظر
جو کچھ کہ نہ دیکھا تھا ہم نے، دِکھلا دیا کملی والے نے

اِیمان سے دِل معمور ہوا، اور خارِ تردد دُور ہوا
اِس لُطف سے رازِ پنہاں کو سمجھا دیا کملی والے نے

قوسین وجوب و امکاں کے معراج میں جس دم آ کے ملے
سب دائرۂ وحدت کے سوا مٹوا دیا کملی والے نے

ہاں صبح ہدایت آئی نکل، تاریکی کفر ہوئی زائل
جب جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ فرما دیا کملی والے نے

اللہ نے فَتَرضٰی کا وعدہ جب بہر شفاعت فرمایا
پھر باغِ جناں میں اُمت کو پہنچا دیا کملی والے نے

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر اللہ نے فرمایا اس کو
بھر بھر کر جامِ محبت پلوا دیا کملی والے نے

محشر میں جو اُمت تھی نالاں، جب ہو کر سجدہ میں گریاں
اُمت کو عذابِ دوزخ سے بچوا دیا کملی والے نے

جبریلِ امین جس دَم آئے احکامِ خداوندی لائے
اللہ نے جو کچھ فرمایا پہنچا دیا کملی والے نے

معراج میں جس دَم آئے نبی، اللہ نے کہا اُدْنُ مِنِّی،
تو شکر میں جو کچھ تھا اپنا، لٹوا دیا کملی والے نے

جنت کے قریب پیمبر تھے، خاموش و پریشاں آ کے کھڑے
اللہ سے کہہ کے دَرِ جنت کُھلوا دیا کملی والے نے

اے حسرتِ شیدا فکر نہ کر، ہیں ساتھ ہمارے پیغمبر
جب اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ فرما دیا کملی والے نے

معراج النبی کے موضوع پر 5 مدلل تقریریں
تذکرہ معراج النبی

شبِ اسریٰ کے دولہا
0333-8173630

معراج النبی
کے نوازشاتی پہلو

معراج خیر الوریٰ
بزبانِ غوث الوریٰ